

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا کا ترجمان

مدیر اعلیٰ
محمد الیاس گھمن

فقیہ
سرگودھا
ماہنامہ

شمارہ نمبر 10

اکتوبر 2014

جلد نمبر 3

فقہی نظام
قیام امن کا
ضامن

ذوالحجہ کے احکام و مسائل

تصوف اور
علمائے امت

فلسفہ قربانی اور طہرین
کے شکوک و شبہات

سوائے حرم کے راہی
یاد رکھنا!!!

ضروری نوٹ
F لکھ کر اپنا خریداری نمبر
03326311808
Send کریں

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ • 87 جنوری لاہور ڈسٹرکٹ

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان



شمارہ 10

اکتوبر 2014ء

جلد نمبر 3

معاون مدیر

مولانا محمد کلیم اللہ
نگران شعبہ رسائل و جرائد

مدیر

مولانا محمد الیاس گھمن

اسٹیمپی ہولڈرز مہر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

● آپ یہ شمارہ آن لائن پڑھ اور ڈاؤن لوڈ

بھی کر سکتے ہیں



www.ahnafmedia.com

سرکولیشن مینیجر

0332-6311808

Contact Us

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

300 روپے سالانہ زر تعاون

www.ahnafmedia.com

mag@ahnafmedia.com

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

فہرست

- 3 سوئے حرم کے راہی... یاد رکھنا -----
 کھ..... ادارہ
- 5 ذو الحجہ کے احکام و مسائل -----
 کھ..... مولانا محمد اشفاق ندیم
- 12 فلسفہ قربانی اور ملحدین کے شکوک و شبہات -----
 کھ..... مولانا محمد راشد ڈسکوی
- 26 فقہی نظام..... قیام امن کا ضامن -----
 کھ..... مولانا محمد اسحاق
- 39 تصوف اور علمائے امت -----
 کھ..... مولانا عنایت اللہ عینی
- 47 سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ -----
 کھ..... مولانا محمد عاطف معاویہ
- 53 مختصر القدوری -----
 کھ..... مفتی محمد یوسف
- 57 حنفیت میں ہمارا طریقہ -----
 کھ..... مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
- 58 تبصرہ کتب -----
 کھ..... مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

سوئے حرم کے راہی... یاد رکھنا!!

کھ..... ادارہ

کتنی خوش نصیبی ہے کہ اس ذات نے اپنے گھر اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی زیارت کا موقع عطا فرمایا۔ ہزار ہا گناہوں میں لتھڑے لاکھوں لوگ رنگ، نسل، قوم قبیلہ، برادری، زبان وغیرہ کے فرق کو مٹا کر دیوانہ وار، ثولیدہ مو، بے خودی کے عالم میں احرام کی چادروں میں اپنے عصیاں کی گٹھڑیاں چھپائے برستی آنکھوں اور لرزتے ہونٹوں کے ساتھ زبان کو یوں جنبش دے رہے ہوتے ہیں: لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملك لا شریک لک کعبۃ اللہ پر برسنے والی ذوالجلال کی جلالی تجلیاں، کسی کی آنکھ کو اوپر کہاں اٹھنے دیتی ہیں، انسانوں کا ہجوم اپنے گناہوں کے اعتراف کے ساتھ سچے دل سے معافی کے خواستگار بن کر عرق ندامت میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ جسم کی ایک ایک روں اپنے مالک، خالق اور رب کے سامنے جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ ماضی میں سرزد ہوئے سارے گناہ عقل و یادداشت کی پردے پر ابھر رہے ہوتے ہیں، خدا کی نافرمانیاں، اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور طرز زندگی سے دوری کا انجام دکھائی دے رہا ہوتا ہے۔ اس غم کو غلط کرنے کیلئے منیٰ میں احرام باندھا جا رہا ہوتا ہے تو کبھی زبان پر تلبیہ کی صدا محبوب کے وصال کی طلب گار دکھائی دیتی ہے، عرفات کے چٹیل میدان میں سچی عاشقی کا نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے تو کبھی مزدلفہ کا وقوف اس کی منزل کا سنگ میل نظر آ رہا ہوتا ہے۔ اپنے دشمن سے نبرد آزما ہو کر جمرات پر رمی کی جارہی ہوتی ہے تو کبھی شکرانے میں قربانی کا خون بہایا جا رہا ہوتا ہے۔ مقام ابراہیم پر آکر

خلیل اللہ کی محبتوں کا تصور تو کبھی زمزم کے جام پیے جا رہے ہوتے ہیں۔ صفا و مروہ کے درمیان رحمت ربی کی طرف دوڑنے کی تربیت تو کبھی بیت اللہ کے گرد گھوم گھوم کر خدا کو منانے کا مظہر ہوید اہور ہا ہوتا ہے۔ جلال الہی سے دل معمور ہو جائے تو جمال حبیب کی لذت آشنائی کا وقت آجاتا ہے۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری، محسن و مشفق نبی کے در پر صلوٰۃ و سلام کی اذن یابی، رحمۃ للعالمین کے حضور شفاعت کی درخواست اور ان کے توسل سے نامہ اعمال میں اخروی کامیابی کا حصول۔

سبز گنبد کو دیکھتے دیکھتے انسان 1400 سو سال پیچھے کی طرف چلا جاتا ہے۔ جب اسی حجرہ میں آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع کا عالم طاری تھا اور اس وقت نبی اپنی گناہگار امت کے حق میں دعائیں مانگ رہا تھا۔ وہی نبی جس کو معراج جیسی عظیم دولت سے نوازا گیا تو اپنی امت کو یاد کرتا رہا، سبز گنبد میں وہی نبی آرام فرما ہیں جو روز محشر یارب امتی یا رب امتی کی دعائیں کر رہا ہو گا۔ جس نے کسی بھی وقت اپنی امت کو فراموش نہیں کیا۔ آج وہی امت اس نبی سے کیا سلوک کر رہی ہے۔ تعلیم اس نبی والی نہیں، تہذیب اس نبی والی نہیں، عادات و اطوار اس نبی والے نہیں، اخلاقیات و معاملات اس نبی والے نہیں۔ طرز معاشرت اس نبی والی نہیں، جو نبی معراج پر جا کر ہمیں نہیں بھولا ہم نے دنیا کی جھوٹی خوشیوں میں اسے بھلا رکھا ہے، جو موت کی سختی میں ہمیں نہیں بھولا تھا ہم نے زندگی کی آسائشوں میں اسے بھلا رکھا ہے۔ جو حشر کی تلخیوں میں ہمیں نہیں بھولے گا ہم نے یہاں رہ کر اسے بھلا دیا ہے۔ اے سوئے حرم کے راہی۔ کیف و سرور کے تمام مراحل میں، وصل و وصال کے ہر لمحے میں، استجابات کے ہر مقام پر۔ ہمیں یاد رکھنا۔ مکین گنبد خضری کے حضور ہمارے عاجزانہ سلام پیش کر کے شفاعت کی استدعا کرنا۔ اے سوئے حرم کے راہی۔ ہمیں بھی یاد رکھنا!!!

ذوالحجہ کے احکام و مسائل

کھ..... مولانا محمد اشفاق ندیم

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی دن ایسا نہیں جس میں عمل صالح اللہ تعالیٰ کے یہاں (ذوالحجہ کے) دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جہاد بھی ان کے برابر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مگر وہ شخص جو جان و مال لے کر جہاد کے لیے نکلے اور پھر ان میں کوئی بھی واپس نہ آئے جان و مال قربان کر دے۔

(جامع الترمذی ج 1 ص 158)

عظمت والی راتیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دس راتوں میں ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔

(جامع الترمذی کتاب الصوم ج 1 ص 158)

قرآن و سنت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے اس مہینے میں دس خصوصی احکامات ہیں:

1: حج بیت اللہ:

حج اسلام کے محکم اور قطعی فرائض میں سے ایک فریضہ ہے اور اسلام کی پانچ بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے جس کی فرضیت کا اعلان قرآن کریم ان الفاظ میں

فرماتا ہے: ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان الله غنى عن العالمين.

(سورة آل عمران 97)

ترجمہ: اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس کے گھر تک جانے کی استطاعت رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی لوگوں سے بے نیاز ہے۔

حج بیت اللہ کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں جب کہ فرض ہونے کے باوجود ادا کرنے میں سستی کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور وبال ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من ملك زاد او راحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرا نبيا۔ (الترغیب والترہیب ص 137)

ترجمہ: جس کے پاس سفر کا سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

قارئین کرام! کتنی سخت و عید ہے کہ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والا (نعوذ باللہ) یہودیت اور نصرانیت پر مرتا ہے حج بیت اللہ اسلام کے خاص شعائر میں سے ہے جو صرف اسی مہینے (ذوالحجہ) کی آٹھ سے تیرہ تاریخ تک ادا کیا جاتا ہے اور اس کی ادائیگی مکہ مکرمہ منی عرفات اور مزدلفہ کے مقامات پر ہوتی ہے۔

2: قربانی:

قربانی اسلام کا ایک عظیم عاشقانہ والہانہ اور بے حد فضیلت والا حکم ہے ہر زمانے میں مسلمانوں نے نہایت محبت و عشق اور اہتمام سے اس حکم کو پورا کیا اور پورا پورا

سال اس کی تیاری اور انتظار میں گزارا اور آج کے اس پر فتن دور میں ملحدین اور روشن خیالی کے علمبرداروں نے مختلف قسم کے بے جا اور لچر قسم کے اعتراضات اٹھا کر لوگوں کو قربانی جیسے فریضے سے دور کرنے کی ناکام کوشش کی ہے مثلاً اتنے سارے جانوروں کو ایک دن میں ذبح کر دینا کہاں کا دین ہے؟ اس سے جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے اور ہم رحمۃ اللعالمین پیغمبر کے امتی ہیں جو کسی جانور کو تکلیف دینے کی اجازت نہیں دیتے تھے اگر ان پیسوں سے مریضوں کی دوائیاں لی جائیں تو کتنے مریض شفا یاب ہو سکتے ہیں اگر مفلس اور نادار لوگوں پر خرچ کیے جائیں تو کتنے گھروں میں بہار آ سکتی ہے وغیرہ۔ اس لیے اس بات کی ضرورت بڑھ گئی ہے کہ مسلمانوں کو عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی اہمیت اور فضیلت بیان کی جائے۔

قربانی یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے:

قالوا ما هذه الاضاحی قال سنة ابيکم ابراهیم۔

(مسند احمد 19179)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

انہوں نے اللہ کے حکم پر اپنے اکلوتے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دی اور عشق کے امتحان میں کامیاب ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ عید الاضحیٰ والے دن اولاد آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 275)

3: عید الاضحیٰ:

اسلام میں صرف دو تہوار ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

عید الاضحیٰ کے دن نماز عید ادا کرنا واجب ہے یہ نماز چھ زائد تکبیرات کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔

عید کے دن کے مسنون کام:

اپنی وسعت کے مطابق آرائش کرنا، غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، حسب طاقت صاف ستھرے یا نئے کپڑے پہننا، صبح کو جلدی اٹھنا، عید گاہ جلدی جانا، نماز عید الاضحیٰ سے پہلے کچھ نہ کھانا اور نماز کے بعد اپنی قربانی کے گوشت میں سے کھانا۔ عید کی نماز عید گاہ میں پڑھنا (اگر کوئی عذر شرعی ہو تو مسجد میں بھی پڑھی جاسکتی ہے) ایک راستہ سے عید گاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا، عید گاہ جاتے ہوئے راستے میں تکبیرات تشریق یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد، عید الفطر میں آہستہ اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے کہنا، سواری کے بغیر پیدل عید گاہ جانا، عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرنا۔

4: تکبیرات تشریق:

اس مہینے کا ایک اہم حکم جس کی عام مسلمانوں میں عموماً اور خواتین میں خصوصاً تبلیغ کی بہت ضرورت ہے نو ذوالحجہ کی صبح سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے البتہ عورتیں آہستہ آواز میں کہیں گی۔

تکبیر تشریق: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد،

(الاوسط لابن المنذر کتاب العیدین رقم الحدیث 2207)

مسئلہ: بہت سے لوگ اس میں غفلت سے کام لیتے ہیں یا تو پڑھتے ہی نہیں یا آہستہ آواز سے پڑھ لیتے ہیں حالانکہ اس کو قدرے بلند آواز میں پڑھنا واجب ہے اس کی

اصلاح ضروری ہے۔

مسئلہ: تکبیر تشریق سب پر واجب ہے خواہ وہ امام ہو، مقتدی ہو، اکیلا بغیر جماعت کے نماز ادا کرنے والا ہو، عورت ہو، مرد ہو، مسافر ہو، مقیم ہو، شہری ہو، یاد بیہاتی ہو۔ اور یہ صرف اسی مہینے میں ہوتی ہے۔

5: عشرہ ذوالحجہ کے روزے:

اس مہینے کے پہلے نو دنوں میں نفل روزے رکھنے کی بہت فضیلت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنوں میں سے کسی دن میں بھی بندے کا عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں جتنا کہ عشرہ ذی الحجہ میں محبوب ہے۔

عشرہ کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔ (جامع الترمذی ج 1 ص 158)

نوٹ: یہ فضیلت یکم سے نو تک کے روزوں کی ہے دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

6: یوم عرفہ کا روزہ:

اس مہینے کی نو تاریخ ”یوم عرفہ“ کہلاتی ہے کیونکہ حجاج کرام اس دن عرفات کا وقوف کرتے ہیں جو حج کا رکن اعظم ہے۔ یوم عرفہ کا روزہ رکھنے کی خاص فضیلت ہے حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ عرفہ کے دن کا روزہ اس کے بعد والے سال اور پہلے والے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 367)

نوٹ: عرفہ کے دن روزے کی یہ عظیم الشان فضیلت ان لوگوں کے لیے ہے جو حج ادا نہ کر رہے ہوں، حجاج کرام کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں تاکہ وقوف میں سستی نہ ہو۔ جیسا کہ ایک حدیث میں اس کا اشارہ ملتا ہے۔

7: چار دنوں میں روزہ کی حرمت:

پورے سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے ان میں سے ایک دن تو یکم شوال (عید الفطر) کا ہے جب کہ باقی چار ایام اس مہینہ (ذوالحجہ) میں یعنی 10، 11، 12، اور 13 ذوالحجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا منع ہے۔ (صحیح مسلم ج 1 ص 360)

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کے ایام ہیں۔ (صحیح مسلم ج 1 ص 360)

ان ایام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی پاک صاف اور حلال گوشت سے مہمان نوازی کی جاتی ہے تو اس مہمان نوازی کو دل و جان سے قبول کرنا چاہیے۔

8: دس راتوں کی فضیلت:

اللہ پاک نے قرآن پاک میں ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کی قسم کھائی ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **هو عشر ذی الحجۃ وقالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔** (تفسیر قرطبی تحت آیت والفجر ولیل عشر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ان دس راتوں سے ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں۔ تفسیر بیان القرآن میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے چنانچہ ان راتوں میں عبادت کا اور گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

9: بال اور ناخن نہ کٹوانا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب ذوالحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے (یعنی ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے) اور تم میں سے کس کا ارادہ ہو قربانی کا تو اس کو چاہیے (قربانی کرنے تک) اپنے بال اور ناخن نہ تراشے۔ (صحیح مسلم ج 2 ص 160 کتاب الاضاحی)

10: معاصی سے بچنے کا خاص اہتمام:

ذوالحجہ اسلامی مہینوں میں آخری مہینہ ہے اس کی حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں ظلم، زیادتی، اور گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد درباری ہے:

ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتب الله.. الخ

(سورة التوبة 36)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) میں جس دن سے اس نے آسمان و زمین کو بنایا ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں یہی دین کا سیدھا راستہ ہے تو ان مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو:

فلا تظلموا فيهن ای الاشهر الحرم انفسكم بالمعاصي فانها فيها اعظم وزرا ووقيل في الاشهر كلها۔

(تفسیر جلالین ص 202)

ترجمہ: ان حرمت والے مہینوں میں اپنی جانوں پر گناہ کر کے ظلم نہ کریں کیونکہ ان چار مہینوں میں گناہ کا وبال بڑھ جاتا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تمام مہینوں میں گناہ کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

فلسفہ قربانی اور ملحدین کے شکوک و شبہات

کچھ..... مولانا محمد راشد ڈسکوی

دوپہر کے وقت کھانے سے فارغ ہو کر سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ ایک طالب علم ساتھی نے اعلان کیا ”سب طلبہ جامعہ کے میدان میں جمع ہو جائیں، نماز استسقاء ادا کی جائے گی۔“ اس کے اس اعلان سے کچھ تو ناگواری سی ہوئی کہ اب تو سونے کا وقت ہے، اس وقت کیا ہونے لگا؟؟!! اس لیے کہ دوپہر کا سونا طلباء کے لیے کس قدر مرغوب ہوتا ہے، طلبہ ساتھی خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ کرنا سنت نبوی ﷺ بھی ہے، لیکن اس اعلان کے ساتھ کچھ نیا شوق سا بھی پیدا ہوا کہ زندگی میں پہلی بار یہ نماز ادا کرنے کا موقع مل رہا ہے، یہ کس طرح ادا کی جاتی ہے؟ اس میں کیا ہوتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

خیر! یہ سوچیں لیے ہوئے میں جلدی سے میدان کی طرف لپکا کہ پہلی صف میں جگہ ملے، تاکہ بسہولت اور خوب اچھی طرح سب کچھ دیکھنے اور سیکھنے کا موقع ملے۔ سب طلبہ جمع ہو گئے، حضرت مہتمم صاحب (مدرسہ عربیہ اشرف العلوم، اٹھیل پور، ضلع قصور) حضرت مولانا محمود الحسن دامت برکاتہم العالیہ تشریف لائے، طلبہ پر نظر ڈالی اور پوچھا ”مکتب والے بچے نہیں آئے؟ انہیں بھی بلاؤ“، چنانچہ وہ بھی پہنچ گئے، استاذ محترم کھڑے ہوئے، کچھ اہم ترین باتیں ارشاد فرمائیں، اس کے بعد نماز پڑھائی، جو کچھ استاذ محترم نے فرمایا، اس کا خلاصہ یہ تھا: ”جب بارش نہ ہو اور نہریں، کنویں وغیرہ بھی نہ ہوں، یا کنویں وغیرہ تو ہوں لیکن ان میں پانی بالکل نہ ہو، یا پانی ہو لیکن لوگوں کے لیے بقدر حاجت نہ ہو، یعنی: خود پینے کے لیے، جانوروں کو پلانے کے

لیے، کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لیے کافی نہ ہو، تو اس وقت صلاۃ استسقاء مشروع ہے اور جب پانی بقدر کفایت موجود ہو، تو مشروع نہیں ہے۔“

(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الاستسقاء: ۱۸۴/۲، سعید)

ہمیں تو حکم ہے، حکم پورا کرنے کا:

پھر فرمایا: ”یاد رکھو کہ ہمیں حکم ہے، حکم پورا کرنے کا، کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ ایسے حالات جن میں امت پانی کی کمی کی وجہ سے پریشان ہو، تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ سب مسلمان مرد و جوان، بوڑھے اور بچے شہر سے باہر کسی میدان میں جمع ہوں، توبہ استغفار کریں، دلوں میں ندامت و شرمندگی ہو اور اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوں اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کا یقین ہو، پھر امام جہر اقراءت کے ساتھ دو رکعت پڑھائے، اس کے بعد دو خطبے ہوں اس کے بعد قبلہ رو ہو کر امام اپنی چادر کو پلٹے، پھر کھڑے کھڑے الٹے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور سب آمین کہیں، اس کے بعد حسب وسعت صدقہ وغیرہ بھی کیا جائے۔“

(التعلیق الصبیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الاستسقاء، ۱۸۵/۲، رشیدیہ)

تو ایسے موقع پر حکم ہے کہ نماز استسقاء ادا کی جائے، اس کے بعد اس نماز کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟! اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں، اس لیے کہ ہمیں تو حکم تھا نماز استسقاء ادا کرنے کا، تو ہم نے اس حکم کی تکمیل کر لی، اس کے بعد بارش ہوتی ہے یا نہیں، اس کا فیصلہ ہمارے پاس نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس پر کسی کا زور نہیں ہے، اس کی مرضی بارش دے یا نہ دے، بارش دینا اُس کا کام ہے اور نماز پڑھنا ہمارا کام، لہذا جب ہم نے نماز ادا کر لی تو ہم کامیاب ہو گئے، انشاء اللہ۔ ہم اس سوچ میں نہیں پڑیں گے کہ اس نماز کا کیا فائدہ ہے؟! اس نماز کی ادائیگی میں کیا حکمت ہے؟!“

(اللہ کی شان! اُس موقع پر ہم طلبہ اس میدان سے نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ زور دار بارش شروع ہو گئی تھی)

قربانی اور ملحدین و منکرین کے شکوک و شبہات:

یہ تفصیلی قصہ ذکر کرنے کا مقصد محض قصہ گوئی نہیں ہے، جس طرح استاذِ محترم کی طرف سے ہم طلبہ کو ایک ذہنیت دے دی گئی کہ ”اللہ کے حکم کو حکم سمجھ کر پورا کر دو، اس کی مصلحتوں اور حکمتوں کے پیچھے نہ پڑو“، اسی طرح اُس ذہنیت میں آپ حضرات کو بھی شریک کرتے ہوئے اس ماہِ مبارک ذوالحجہ (جو شروع ہو چکا ہے) میں ادا کی جانے والی ایک بہت ہی عظیم الشان عبادت (قربانی) کے بارے منکرین و ملحدین اور مستشرقین کی طرف سے پیدا کیے جانے والے شکوک و شبہات کا رد کرنا ہے، ہر جدید تہذیب و تمدن کا دلدادہ اور مغربیت سے متاثر ذہنیت رکھنے والا اس ماہِ مبارک کے شروع ہوتے ہی سادہ لوح اور مذہب پسند مسلمانوں کا ذہن خراب کرنا شروع کر دیتا ہے کہ قربانی کی وجہ سے جانوروں کی نسل کشی ہوتی ہے، لاکھوں لوگوں کی یہ رقیں بلا وجہ ضائع ہوتی ہیں، اس کے بجائے اگر اتنا مال رفاہِ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کیا جائے، تو معاشرے کے غریب اور مفلس طبقے کا بھلا ہو جائے گا، یہ افراد بھی زندگی کی ضروری سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکیں گے، وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح منکرین قربانی اپنی عقلِ نارسا سے کام لیتے ہوئے بزمِ خویش قربانی کے نقصانات اور ترکِ قربانی کے فوائد بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے عام مسلمان ان نام نہاد دانشوروں کے زہریلے پراپیگنڈے اور بہکاوے میں آ کر اسلام کے اس عظیم الشان حکم کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ان دنوں (دس ذی الحجہ) میں دائمی عمل:

اس صورت حال میں سب سے پہلے تو غور کرنے کی یہ بات ہے کہ عید الاضحیٰ کے اس خاص موقع پر اگر قربانی کرنے کی بنسبت انسانیت کی فلاح و بہبود میں مال خرچ کرنا اتنا ہی افضل، موزوں و مناسب یا ضروری ہو تو تاجناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اہل ثروت اور صاحب نصاب مسلمانوں پر قربانی کے حکم کے بجائے غریب، سسکتی اور بد حال انسانیت پر مال خرچ کرنا ضروری قرار دیا جاتا۔

جب کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر دور میں غریب اور نادار طبقہ موجود رہا ہے، تو یقیناً آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے مبارک دور میں بھی یہ طبقہ موجود تھا، بلکہ ایسے افراد تو بکثرت موجود تھے، لیکن رحمۃ اللعالمین ﷺ (جو اپنی امت کے لیے بہت ہی زیادہ شفیق اور مہربان تھے) نے اپنے زمانہ کے اہل ثروت اور صاحب نصاب مسلمانوں کو اس (عید الاضحیٰ کے) موقع پر یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنا مال رفہ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کریں، بلکہ یہ حکم فرمایا کہ اس موقع پر اللہ کے حضور جانور کی قربانی پیش کریں۔ اور خود رسول اللہ ﷺ کا دائمی عمل ان دنوں میں قربانی کرنے کا ہی تھا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کرتے رہے۔“

(عن ابن عمر، قال: ”أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة

عشر سنين، يضحي)

(سنن الترمذی، الأضاحی، باب الدلیل علی أن الاضحیۃ سنۃ، رقم الحدیث: ۱۵۰۷)

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس عظیم حکم کو ہمیشہ قائم و دائم

رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا ہی افضل، اولیٰ اور ضروری ہے۔

ایام قربانی میں قربانی افضل ہے یا نقد صدقہ ؟

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قربانی کے ایام میں بنسبت صدقہ کرنے کے قربانی کرنا افضل ہے“، امام ابو داؤد، امام ربیعہ اور ابوالزناد رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔

(المغنی لابن قدامہ: ۶۹/۱۱)

نبی اکرم ﷺ، ان کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا یہی عمل تھا، اگر ان حضرات کے نزدیک اس سے بہتر کوئی عمل ہوتا تو وہ یقیناً قربانی کی بجائے اسی کو اختیار کرتے۔

دوسری بات یہ کہ ایسا ہو بھی کیسے سکتا تھا، جب کہ نبی اکرم ﷺ کا صریح فرمان مبارک موجود ہے کہ ”اس دن میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (قربانی کے جانور کا) خون بہانے سے بڑھ کر بنی آدم کا کوئی عمل پسندیدہ نہیں ہے۔“

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مَا عَمِلَ آدَمِيُّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ۔

(سنن الترمذی، فضل الاضحیہ، رقم الحدیث: ۱۳۹۳)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عید الاضحیٰ کے دن قربانی میں خرچ کیے جانے والے مال سے افضل نہیں“

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مَا أَنْفَقَتْ

الْوَرَقُ فِي شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ نَجِيذَةٍ فِي يَوْمِ الْعَيْدِ.

(سنن الدرا قطنی، کتاب الاثریۃ، باب الصید ... رقم الحدیث: ۴۳)

امام نووی رحمہ اللہ بھی اسی طرح ذکر کرتے ہیں کہ صحیح احادیث مشہورہ کی بناء پر شوافع کے نزدیک ان دنوں میں قربانی کرنا ہی افضل ہے، نہ کہ صدقہ کرنا، اس لیے کہ اس دن قربانی کرنا شعار اسلام ہے، یہی مسلک سلف صالحین کا ہے۔

(المجموع شرح المہذب: ۸/۴۲۵)

البتہ! وہ افراد جن پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے، اُن کے لیے یا اُن کی طرف سے قربانی کرنے کی بجائے صدقہ کرنا افضل شمار ہو گا۔

(البحر الرائق: ۸/۲۰۲)

صاحب مر قاة المفاتیح شارح مشکاة المصابیح لکھتے ہیں کہ ”بعض فقہاء کے نزدیک قربانی واجب ہے اور بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ، لیکن بہر صورت اس دن میں قربانی کرنا یعنی: خون بہانا متعین ہے، اس عمل کو چھوڑ کر جانور کی قیمت صدقہ کر دینا کافی نہیں ہو گا، اس لیے کہ صدقہ کرنے میں شعائر اسلام میں سے ایک بہت بڑے شعائر کا ترک لازم آتا ہے، چنانچہ! اہل ثروت پر قربانی کرنا ہی لازم ہے۔“

(مر قاة المفاتیح: ۵/۷۳)

کیا قربانی سے جانوروں کی نسل کُشی ہوتی ہے؟:

ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ نظام چلا آ رہا ہے کہ انسانوں یا جانوروں کو جس چیز کی ضرورت جتنی زیادہ ہوتی ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی پیدائش اور پیداوار بڑھا دیتے ہیں اور جس چیز کی جتنی ضرورت کم ہوتی ہے تو اس کی پیداوار بھی اتنی ہی کم ہو جاتی ہے، آپ پوری دنیا کا سروے کریں اچھی طرح جائزہ لیں کہ جن ممالک میں قربانی کے

اس عظیم الشان حکم پر عمل کیا جاتا ہے، کیا ان ممالک میں قربانی والے جانور ناپید ہو چکے ہیں یا پہلے سے بھی زیادہ موجود ہیں؟! آپ کبھی اور کہیں سے بھی یہ نہیں سنیں گے، کہ دنیا سے حلال جانور ختم ہو گئے ہیں یا اتنے کم ہو گئے ہیں کہ لوگوں کو قربانی کرنے کے لیے جانور ہی میسر نہیں آئے، جبکہ اس کے برخلاف کتے اور بلیوں کو دیکھ لیں، ان کی نسل ممالک میں کتنی ہے؟! حالاں کہ تعجب والی بات یہ ہے، کتے اور بلیاں ایک ایک حمل سے چار چار پانچ پانچ بچے جنتے ہیں، لیکن ان کی تعداد بمقابلہ حلال جانوروں کے بہت کم نظر آتی ہے۔

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ کا قول:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ قرآن پاک کی آیت ﴿وَمَا انْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”اس آیت کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے تمہیں اس کا بدل دے دیتے ہیں، کبھی دنیا میں اور کبھی آخرت میں اور کبھی دونوں میں، کائناتِ عالم کی تمام چیزوں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے، انسان اور جانور اس کو بے دھڑک خرچ کرتے ہیں، کھیتوں اور درختوں کو سیراب کرتے ہیں، وہ پانی ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا اس کی جگہ اور نازل ہو جاتا ہے، اسی طرح زمین سے کنواں کھود کر جو پانی نکالا جاتا ہے، اس کو جتنا نکال کر خرچ کرتے ہیں اس کی جگہ دوسرا پانی قدرت کی طرف سے جمع ہو جاتا ہے، انسان غذا کھا کر بظاہر ختم کر لیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسری غذا مہیا کر دیتے ہیں، بدن کی نقل و حرکت اور محنت سے جو اجزاء تحلیل ہو جاتے ہیں، ان کی جگہ دوسرے اجزاء بدل بن جاتے ہیں، غرض انسان دنیا میں جو چیز خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عام عادت یہ ہے کہ اس کے قائم مقام اس جیسی دوسری

چیز دے دیتے ہیں، کبھی سزا دینے کے لیے یا کسی دوسری تکوینی مصلحت سے اس کے خلاف ہو جانا اس ضابطہ الہیہ کے منافی نہیں..... اس آیت کے اشارہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اشیاء صرف انسان اور حیوانات کے لیے پیدا فرمائی ہیں، جب تک وہ خرچ ہوتی رہتی ہیں، ان کا بدل منجانب اللہ پیدا ہوتا رہتا ہے، جس چیز کا خرچ زیادہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پیداوار بھی بڑھا دیتے ہیں، جانوروں میں بکرے اور گائے کا سب سے زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ ان کو ذبح کر کے گوشت کھایا جاتا ہے اور شرعی قربانیوں اور کفارات و جنایات میں ان کو ذبح کیا جاتا ہے، وہ جتنے زیادہ کام آتے ہیں، اللہ تعالیٰ اتنی ہی زیادہ اس کی پیداوار بڑھا دیتے ہیں، جس کا ہر جگہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ بکروں کی تعداد ہر وقت چھری کے نیچے رہنے کے باوجود دنیا میں زیادہ ہے، کتے بلی کی تعداد اتنی نہیں، حالانکہ کتے بلی کی نسل بظاہر زیادہ ہونی چاہیے کہ وہ ایک ہی پیٹ سے چار پانچ بچے تک پیدا کرتے ہیں، گائے بکری زیادہ سے زیادہ دو بچے دیتی ہے، گائے بکری ہر وقت ذبح ہوتی ہے، کتے بلی کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا، مگر پھر بھی یہ مشاہدہ ناقابل انکار ہے کہ دنیا میں گائے اور بکروں کی تعداد بنسبت کتے بلی کے زیادہ ہے، جب سے ہندوستان میں گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگی ہے، اس وقت سے وہاں گائے کی پیداوار گھٹ گئی ہے، ورنہ ہر بستی اور ہر گھر گایوں سے بھرا ہوتا جو ذبح نہ ہونے کے سبب بچی رہیں۔

عرب سے جب سے سواری اور بار برداری میں اونٹوں سے کام لینا کم کر دیا، وہاں اونٹوں کی پیداوار بھی گھٹ گئی، اس سے اس ملحدانہ شبہ کا ازالہ ہو گیا، جو احکام قربانی کے مقابلہ میں اقتصادی اور معاشی تنگی کا اندیشہ پیش کر کے کیا جاتا ہے۔“

(معارف القرآن، سورۃ السباء: ۳۹، ۴۰/۷)

رفاہی کاموں کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے؟:

ہماری اس بحث کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ رفاہ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے غریب و مساکین اور ناداروں پر خرچ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ہمارا مقصود محض یہ ہے کہ دس ذوالحجہ سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی شام تک جس شخص پر قربانی کرنا واجب ہے اس کے لیے قربانی چھوڑ کر اس رقم کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! جس شخص پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے اس کے لیے ان دنوں میں یا صاحبِ نصاب لوگوں کے لیے ان دنوں میں قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ یا سال کے دیگر ایام میں مالی صدقہ کرنا یقیناً بہت زیادہ ثواب کی چیز ہے، رفاہ عامہ کے مفید کاموں، ہسپتالوں کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کرنے کے لیے اسلام نے زکاة، صدقۃ الفطر، عشر، کفارات، نذور، میراث، دیگر وجوبی صدقات اور ہدایا وغیرہ کا نظام متعارف کرایا ہے، ان احکامات کو پوری طرح عملی جامہ پہنا کر مطلوبہ نتائج و مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں، نہ یہ کہ اسلام کے ایک عظیم الشان حکم کو مسح کر کے تلبیس سے کام لیا جائے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ معاشرے میں ہونے والی خرافات پر تفصیلی نظر ڈالی جائے، طرح طرح کی مروج رسومات میں ضائع ہونے والا اربوں و کھربوں کی مالیت کے روپیے کو کنٹرول کیا جائے، نہ کہ ایک فریضے میں صرف کرنے والوں لوگوں کو بھی ہرکا کر اس سے روک دیا جائے۔

امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا قول:

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”منکرین قربانی نے اپنی عقل نارسا سے کام لیتے ہوئے بزعم خود قربانی کے مضرات اور نقصانات اور ترکِ قربانی کے فوائد بیان کیے ہیں، مثلاً: یہ کہا ہے کہ قربانی کی وجہ سے

جانوروں کی نسل کشی ہوتی ہے اور لوگوں کی رقبیں بلاوجہ ضائع ہوتی ہیں، اگر یہ رقوم رفاہ عامہ کے کسی مفید کام میں صرف کی جائیں تو کیا ہی اچھا ہو، وغیرہ وغیرہ، مگر یہ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو (جو حکیم علی الاطلاق ہے اور اس کا کوئی حکم عقل کے خلاف اور خالی از حکمت نہیں ہوتا) محض ان طفل تسلیوں سے کیوں کر رد کیا جاسکتا ہے؟ کیا اس کو قربانی کا حکم دیتے وقت یہ معلوم نہ تھا کہ قربانی سے جانوروں کی نسل کشی ہوتی ہے اور اس کے یہ نقصانات ہیں؟ رب تعالیٰ کے صریح احکام میں معاذ اللہ کیڑے نکالنا کون سا ایمان ہے؟! اور پھر جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور صریح قول، فعل اور اُمتِ مسلمہ کے عمل کو جو تواتر سے ثابت ہوا ہے، خلاف عقل یا مضربنا کون سادین ہے؟!۔“

(مسئلہ قربانی مع رسالہ سیف یزدانی، ص: ۱۲)

مولانا مفتی محمد رضوان کا قول:

مولانا مفتی محمد رضوان دامت برکاتہم لکھتے ہیں: بعض لوگ روحانیت سے غافل ہو کر یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ قوم کا اتنا روپیہ جو تین دن میں جانوروں کے ذبح پر ہر سال خرچ ہو جاتا ہے اور اس کا خاطر خواہ مفاد نظر نہیں آتا، اگر یہی پیسہ رفاہی اور قومی مفادات پر لگایا جائے تو بہت فائدہ ہو۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم اور اہم عبادت ہے، جیسے حج کرنا، زکاۃ دینا، اور دوسری عبادات۔ تو کیا ان عبادات کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ فضول خرچی اور مال کو بے جا خرچ کرنا ہے؟! اس طرح تو دین کا بہت بڑا حصہ اور بہت سے دینی احکام ہی کا اسلام سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ پس جب شریعت میں قربانی کا حکم ہے تو اسے عقلی اعتراضوں اور ذہنی ڈھکوسلوں کا شکار بنانا کسی طرح

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں ہونے والی دوسری اور اصل فضول خرچیاں (جن کا شریعت نے حکم بھی نہیں دیا) ان لوگوں کو نظر نہیں آتیں جبکہ اصل میں تو ان کے ختم کرنے اور مٹانے کی ضرورت ہے، ملک کی کتنی بڑی تعداد ایسی ہے جو سگریٹ نوشی، منشیات، کرکٹ، ہاکی اور دوسرے کھیل جوئے بازی، گھوڑ دوڑ، ناچ گانا، فحش پروگرام، انٹرنیٹ، ٹی وی، کیبل، وی سی آر، سینما، فضول تصویر سازی اور موسیقی بازی اور دوسرے فحش میڈیائی پروگرام، فحش اخبار و رسائل اور دیگر ناول اور ڈائجسٹ، بسنت، عید کارڈ، شادی کارڈ، گانوں اور دیگر غلط پروگراموں کی آڈیو ویڈیو کیٹشیں اور سی ڈیز، ویڈیو گیمز، آتش بازی، شادی بیاہ، مرگ و موت اور غمی خوشی کی رسومات، مختلف فیشن، غیر شرعی بیوٹی پارلر وغیرہ کی زد میں ہے۔ جن کو چھوڑے اور توبہ کیے بغیر دنیا و آخرت کی فلاح اور کامیابی ملنا مشکل ہے اور یہی پیسہ اگر قومی اور رفاہی مفادات پر خرچ کیا جائے تو بہت جلد ترقی حاصل کی جاسکتی ہے۔“

(ذوالحجہ اور قربانی کے مسائل و احکام، ص: ۱۶۷)

ذبح کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب:

مکرمین اور ملحدین کی طرف سے ایک اعتراض یہ بھی سامنے آتا ہے کہ زندہ جانوروں کے گلے پر چھری پھیر دینا بھی عقل سلیم کے خلاف ہے، یہ فعل مسلمانوں کی بے رحمی پر دلالت کرتا ہے، اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ سے زیادہ رحم کسی مذہب میں بھی نہیں ہے، اور ذبح حیوان رحم کے خلاف نہیں، بلکہ ان کے حق میں اپنی موت

مرنے سے مذبح ہو کر مرنا بہتر ہے، کیوں کہ خود مرنے میں قتل و ذبح کی موت سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے، رہا یہ سوال کہ پھر انسان کو ذبح کر دیا جائے، تاکہ آسانی سے مر جائے، اس کا جواب یہ ہے کہ حالتِ یاس سے پہلے ذبح کرنا تو دیدہ دانستہ قتل کرنا ہے اور حالتِ یاس پتہ نہیں چل سکتی، کیونکہ بعض لوگ ایسی بھی دیکھے گئے ہیں کہ مرنے کے قریب ہو گئے تھے، پھر اچھے ہو گئے اور شبہ حیوانات میں کیا جائے کہ ان کی تو یاس کا بھی انتظار نہیں کیا جاتا، جواب یہ ہے کہ بہائم اور انسان میں فرق ہے، وہ یہ کہ انسان کا تو ابقا (باقی رکھنا) مقصود ہے، کیونکہ خلقِ عالم سے وہی مقصود ہے، اس لیے ملائکہ کے موجود ہوتے ہوئے اس کو پیدا کیا گیا، بلکہ تمام مخلوق کے موجود ہونے کے بعد اس کو پیدا کیا گیا، کیونکہ نتیجہ اور مقصود تمام مقدمات کے بعد موجود ہوا کرتا ہے، اس لیے انسان کے قتل اور ذبح کی اجازت نہیں دی گئی، ورنہ بہت سے لوگ ایسی حالت میں ذبح کر دیئے جائیں گے، جس کے بعد ان کے تندرست ہونے کی امید تھی اور ذبح کرنے والوں کے نزدیک وہ یاس کی حالت میں تھا اور جانور کا ابقاء مقصود نہیں، اس لیے اس کے ذبح کی اجازت اس بناء پر دے دی گئی کہ ذبح ہو جانے میں ان کو راحت ہے اور ذبح ہو جانے کے بعد ان کا گوشت وغیرہ بقائے انسانی میں مفید ہے، جس کا ابقاء مقصود ہے۔

اس کو اگر ذبح نہ کیا جائے اور یونہی مرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے تو وہ مردہ ہو کر اس کے گوشت سمیت کا اثر پھیل جائے گا اور اس کا استعمال انسان کی صحت کے لیے مضر ہو گا، تو ابقاء انسان کا وسیلہ نہ بنے گا اور قصاص، جہاد میں چونکہ افناء بعض افراد بغرض ابقاء جمیع الناس متیقن ہے۔

اس لیے وہاں قتل انسانی کی اجازت دی گئی، مگر ساتھ ہی اس کی رعایت کی

گئی کہ حتی الامکان سہولت کی صورت سے مارا جائے، یعنی قصاص میں جو کہ قتل اختیاری ہے، تلوار سے اور جہاد میں مثلہ وغیرہ کی ممانعت ہے۔“

(اشرف الجواب، ذبح کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب، ص: ۸۶، ۸۷)

قربانی کی حقیقت کیا ہے؟:

اگر قربانی کی حقیقت پر نظر ہو تو بھی یہ وسوسہ پیدا نہیں ہو سکتا، قربانی تو یادگار ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی، کہ ان کو حکم دیا گیا تھا، کہ اپنا بیٹا ذبح کرو، حالانکہ! دوسری طرف خود قرآن کا اعلان ہے کہ قتل کی سزا ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا ہے، نیز! بچوں کو تو جہاد کی حالت میں بھی بغیر کسی عذر کے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے، الغرض عقل کبھی بچے اور بالخصوص اپنے معصوم بچے کے قتل کو تسلیم نہیں کر سکتی، لیکن قربان جائیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر کہ انہوں نے اللہ سے یہ نہیں پوچھا کہ اے اللہ! جو بچہ مجھے برسہا برس دعائیں مانگنے کے بعد ملا، آخر اس کا قصور کیا ہے؟! اور اگر قصور ہے بھی اس کو مارنے سے کیا حاصل ہو گا؟! نہیں، اس لیے کہ جہاں اور جس کام میں اللہ کا حکم آجاتا ہے وہاں چوں چرائی گنجائش نہیں رہتی، چاہے نفع نظر آئے یا نقصان۔

دوسری طرف قربانی کے جانور پر آنے والے اخراجات کا جائزہ لیجیے، آج کے اس مہنگائی والے دور میں بڑے جانور میں حصہ لینے کے لیے آٹھ یا نو ہزار روپے کافی ہیں اور اگر چھوٹا جانور لینا چاہیں تو بارہ سے پندرہ ہزار روپے میں کام چل جاتا ہے۔ اس جائزے کے بعد سوچیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں حکم ہو کہ تمہیں اختیار ہے کہ تم اپنا بیٹا قربانی کے لیے ذبح کرو، یا اس کی بجائے (بارہ سے پندرہ ہزار روپے کا) جانور ذبح کرو۔ تو بتلائیے کہ کون کس کو ترجیح دے گا، یقیناً بیٹے کے ذبح کے

مقابلہ میں ہر عقل مند جانور ذبح کرنے کو ترجیح دے گا۔ اب ایک نظر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھی ڈالیے کہ جب ان کو بیٹا ذبح کرنے کا حکم ملا (اور حکم بھی صراحتہ نہیں ملا، بلکہ خواب میں اشارۃً بتلایا گیا) تو انہوں نے ایک لمحے کے لیے بھی رُک کر یہ نہ پوچھا کہ یا باری عزوجل! اس میں میرے لیے کیا نفع ہے اور کیا نقصان؟! اور ایک ہم ہیں کہ معمولی سا جانور ذبح کرنے کا حکم دیا گیا اور ہم پوچھتے پھرتے ہیں کہ اس میں میرا کیا نفع ہے؟! اس کی بجائے یہ ہو جائے، وہ جائے، وغیرہ وغیرہ

یہ قربانی کی روح کے خلاف ہے، یہ سوال کرنے والا درحقیقت قربانی کی حقیقت سے ہی ناواقف ہے، قربانی کے ذریعے تو یہ جذبہ پیدا کرنا مقصود ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی حکم آجائے تو ہم اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے اللہ کے حکم کی پیروی کریں، اس کے حکم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کریں، اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ﴿فلما أسلم﴾ جب انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا..... - تو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قربانی محض رسم یا دل لگی نہیں ہے، بلکہ اس کے ذریعے ایک ذہنیت دینا مقصود ہے، جسے فلسفۂ قربانی کا نام دیا جاتا ہے، وہ یہی ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی حکم آجائے تو ہم اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی بجائے اللہ کے حکم کی پیروی کریں، اس کے حکم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کریں۔

سو ضرورت ہے کہ منکرین قربانی، ملحدین اور مستشرقین و کفار کے اس زہریلے پراپیگنڈے کے مقابلے میں اہل اسلام پُر زور طریقے سے اس حکم پر عمل پیرا ہوں، اسی میں اہل اسلام کی خیر و بقا کا راز اور دین اسلام کی حفاظت مضمر ہے۔

اللهم وفقنا لما تحب وترضى

فقہی نظام..... قیام امن کا ضامن

کھ..... مولانا محمد اسحاق

مرکز اہل سنت والجماعت

رب کریم کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت امن ہے، امن نہ ہو تو سارا سامانِ عیش بے مزہ ہے اس لیے امن وامان کی اہمیت ہر دور اور ہر ملت میں تسلیم کی گئی ہے کوئی ذی شعور باور ہی نہیں کر سکتا کہ کوئی قوم کوئی ملک یا کوئی دور بغیر امن و سلامتی ترقی یافتہ شمار ہو سکتا ہے۔

مختلف ملل و ادیان میں امن کے تحفظ و بقاء کے سلسلہ میں جو ہدایتیں آئی ہیں وہ تو اپنی جگہ ہیں ہی، مگر وہ لوگ جو صرف اقتدار چاہتے ہیں اور جن کو کسی مذہب و ملت سے کوئی دلچسپی نہیں انہیں بھی یقین ہے کہ جب تک امن وامان اور عدل و انصاف نہ ہو عوام و خواص کی زندگی بے چین رہتی ہے بلکہ ان کے لیے زندگی کے دن پورے کرنے بھی مشکل ہو جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ سارے سنجیدہ لوگ خواہ ان کا تعلق کسی بھی ملک و ملت سے ہو قیام امن اور بقائے امن ان کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے اس لیے یہ لوگ ہر دور میں اپنی طاقت کے بقدر کوشش کرتے رہتے ہیں تاکہ انسانوں میں باہمی اعتماد و اتحاد کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر رہے اور ہر انسانی آبادی اطمینان و سکون کی دولت سے ہمکنار ہو۔

چنانچہ اس کے لیے انہوں نے ماضی کے مختلف ادوار میں مختلف عالمی ادارے اور تحریکیں چلائیں کبھی پیسف ازم یعنی تحریک امن خواہی چلائی، کبھی ورلڈ

پیس مومنٹ یعنی عالمی تحریک امن قائم کی اور کبھی کسی اور نام سے عالمی امن ادارے کی بنیاد رکھی، امن و راحت کے نام پر آج بھی دنیا میں مختلف نظریوں کا ہجوم ہے: گاندھی ازم، سوشلزم، سیکولر ازم، کمیونزم، کیپٹل ازم اور دوسرے دسیوں ”ازم“ کا رفرما ہیں۔

ان کے علاوہ سلامتی کونسل، یو این انٹرنیشنل آرمی پلان، ورلڈ پیس کونسل، عالمی امن کانگریس، روسی امن مہم اور امریکہ امن بریگیڈ کی خدمات اور سنہری کارناموں کا میڈیا پر اکثر چرچا رہتا ہے۔

مگر سب کچھ کے باوجود دنیا سے امن و عافیت ناپید، انسانی جان و مال اور عزت و آبرو اپنی صحیح قدر و قیمت سے محروم ہیں۔ نہ عالمی تنازعات اور تناؤ میں کوئی کمی ہے اور نہ عام انسان موت و حیات کی کشمکش سے محفوظ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عالمی جنگوں سے ماری ہوئی دنیا اور امن و عافیت سے محروم عوام کو اس وقت ایک ایسے پاکیزہ اور ٹھوس نظام امن کی تلاش ہے جو ملکی نسلی اور لسانی منافرت کو مٹا کر عالمی اخوت اور انسانی مساوات کا درس دے اور روئے زمین پر عدل و انصاف حق و صداقت اور انسانی شرف کے جھنڈے بلند کر سکے اور ہر انسان کو امن و عاقبت کی مضبوط ضمانت دے، اندرون ملک بھی اور خارجی تعلقات میں بھی۔

ظلم و جبر بے انصافی اور لا قانونیت سے ماری ہوئی انسانیت کو ایسے مقدس نظام اور قانون کی ضرورت ہے جس میں انسانی وحدت، مساوات، باہمی تعاون، شرافت انسانی، عفو و درگزر، حریت فکر، عدل و انصاف، ایفاء عہد اور اخوت و محبت کو لازمی عنصر کی حیثیت دی گئی ہو اور اس میں کبر و غرور، دولت و ثروت، ملکی و نسلی اور لسانی عصبیت، حب جاہ اور حب اقتدار کی قطعاً گنجائش نہ ہو، ایسا قانون جو صرف

جسموں پر ہی حکمرانی کا قائل نہ ہو بلکہ وہ سب سے پہلے دلوں میں خوفِ خدا، فکرِ آخرت اور انجامِ بخیر کا عقیدہ بھی راسخ کرتا ہو۔

مخلوق کے بنائے ہوئے قوانین میں مذکورہ بالا صفات کا پایا جانا ممکن ہی نہیں ہے۔ لہذا ان صفات کا حامل نظام و قانون صرف اور صرف خالق و مالک کا بنایا ہوا نظام ہی ہو سکتا ہے، یعنی ایسا قانون اور نظام جس کو نافذ کرنے سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے وہ رب کریم کا آسمانوں سے اتارا ہوا قانون ہے اور بس۔

اللہ رب العزت اپنے قانون کے بارے خود فرماتا ہے۔ چند ارشادات خداوندی ملاحظہ کریں:

1: ان الحکمہ اللہ الانعام رقم الایۃ 57

ترجمہ: اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے۔

2: الالہ الخلق والامر الاعراف رقم الایۃ 53

ترجمہ: خبردار اسی (اللہ) کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا۔

3: ولا یشرک فی حکمہ احدا کہف رقم الایۃ 26

ترجمہ: اور اللہ شریک نہیں کرتا اپنے حکم میں کسی کو۔

یعنی اللہ تعالیٰ جو خالق ہے کل کائنات کا اس کا حکم مخلوق پر چلنا چاہیے جس طرح پیدا کرنے اور دوسری صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اللہ رب العزت نے اپنے حکم اور قانون میں بھی کسی کو شریک نہیں بنایا۔
احکم الحاکمین دوسری جگہ فرماتے ہیں:

4: انا انزلنا التوراة فیہا ہدی ونور یحکم بہا النبیین۔

(سورۃ مائدہ آیت 44)

ترجمہ: بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کے فرماں بردار انبیاء کرام یہود کے لیے اس کے ساتھ فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکامات اور قوانین کے مطابق فیصلہ کرنا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اہل اللہ اور علماء کا شعار رہا ہے کیونکہ وہ کتاب اللہ کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہیں رب العالمین دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

5: وانزلنا اليك الكتاب بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب ومهيئنا عليه فاحكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم عما جاءك من الحق۔

(سورة المائدہ آیت 48)

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو حق ہے پہلی کتابوں کی محافظ اور ان کی تصدیق کرنے والی ہے پھر آپ ان باہمی اختلافات میں اسی کے مطابق فیصلہ کریں اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے درمیان جھگڑوں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق کریں۔

6: مزید یہ بھی فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے قانون سے فرار عذاب الہی کا موجب ہو گا ایسا کرنا فسق ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سب سے اچھا اور بہتر ہے۔ ارشاد خداوندی ملاحظہ کیجیے:

وان احکم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم واحذرهم ان يفتنوك عن بعض ما انزل الله اليك فان تولوا فاعلم انما يريد الله ان يصيبهم ببعض ذنوبهم وان كثيرا من الناس لفاسقون افحكم الجاهلية يبغون ومن احسن من الله حكما لقوم يوقنون۔

(سورة المائدہ آیت 49، 50)

ترجمہ: آپ اس بھیجی ہوئی کتاب کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور بچتے رہیں آپ ان سے کہیں وہ آپ کو فتنے میں نہ مبتلا کر دیں۔ بعض ان چیزوں کے بارے میں جن کو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیا ہے پس اگر یہ روگردانی کریں اور نہ مانیں تو آپ جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان کو سزا دے ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے اور بے شک بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نافرمان ہیں کیا یہ لوگ جاہلیت کے زمانے کا فیصلہ تلاش کرتے ہیں اور کون زیادہ بہتر ہے اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے کے اعتبار سے اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے۔

7: مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کریں اور اپنے باہمی جھگڑوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائیں اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کا تقاضا یہی ہے اور اس میں خیر اور انجام کی خوبی ہے۔

چنانچہ رب کریم کا فرمان ہے: یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوه الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلا۔
(سورۃ النساء آیت 59)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور صاحب حکم کا جو تم میں سے ہوں اور اگر کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اس کو لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔

8: مومن کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے جھگڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم تسلیم کرے اور آپ کے فیصلوں کے سامنے برضا و رغبت سر تسلیم خم کرے کیونکہ اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً۔

(سورة النساء آیت 65)

ترجمہ: پس تیرے رب کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاکم بنائیں اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان ہوا ہے پھر نہ پائیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی اس چیز پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے اور قبول کریں اس کو کھلے دل سے قبول کرنا۔

9: ایک طرف ایمان کا دعویٰ اور دوسری طرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین سے گریز کرنے کی قرآن پاک میں سخت مذمت کی گئی ہے۔

الھ تر الی الذین یزعمون انھم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا به ویرید الشیطان ان یضلھم ضلالاً بعیداً۔

(سورة النساء آیت 60)

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہے، وہ ارادہ کرتے ہیں کہ اپنے فیصلوں کو طاغوت کی طرف لے جائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس طاغوت کو نہ مانیں اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر دور کی گمراہی میں ڈال دے۔

ارشادات خداوندی کا خلاصہ یہ ہے کہ

1: صرف اللہ رب العزت ہی کا قانون اور نظام نافذ کرنے کے لائق ہے۔

2: اللہ کے ساتھ قانون میں کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

3: قانون الہی کے مطابق فیصلہ کرنا انبیاء کرام اہل اللہ اور علماء حق کا شعار ہے۔

4: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قانون الہی کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

5: قانون الہی سے فرار فسق اور موجب عذاب ہے۔

6: مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے جھگڑوں کے حل کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کریں۔

7: مومن ہونے کے لیے ضروری ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

8: قانون الہی کے خلاف فیصلہ کفر، ظلم اور فسق ہے۔

9: جب مسلمانوں کو خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کی طرف بلایا جائے تو مومن کو اس وقت اطاعت اور فرمانبرداری کے ساتھ سر جھکا دینا چاہیے کیونکہ یہی فلاح کا راستہ ہے۔

10: ایمان کے دعوے کے بعد قانون الہی سے گریز کرنا بہت زیادہ قابل مذمت ہے کیونکہ شریعت کا فیصلہ خواہش کے مطابق آئے یا مخالف۔ مسلمانوں پر اس کو ماننا ضروری ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: شریعت کی بات کو دل و جان سے تسلیم کرنا مسلمانوں پر ضروری ہے چاہے وہ پسند ہو یا اسے ناگوار ہو۔ جب تک اسے کسی معصیت کا حکم نہ دیا گیا ہو۔

(متفق علیہ مشکوٰۃ ص 319)

گویا کہ دنیا میں قیام امن کے لیے قانون الہی کا نفاذ ضروری ہے: احکامات

الہیہ ہی کو مربوط اور مدون کرنے کے بعد ”اسلامی فقہ“ اور ”اسلامی قانون“ کا نام دیا گیا ہے۔

بے شک ہدایت اور اسلامی احکام کا سرچشمہ قرآن و سنت ہے، مگر چونکہ احکام کا ذکر قرآن و حدیث میں ایمانیات اور اخلاق کے ساتھ مخلوط ہے۔ اس لیے علماء اسلام نے امت مسلمہ کی سہولت کے لیے ایمانیات کو الگ مرتب کر کے اسے ”علم الکلام“ اور ”علم العقائد“ کا نام دیا، اور اخلاق کو الگ مرتب کر کے اس کو ”علم التصوف“ اور ”سلوک و احسان“ کا نام دیا، اسی طرح احکام کو جدا مرتب کر کے اس کا نام ”علم الفقہ“ رکھا اور اس پر بے شمار کتابیں مرتب کیں۔

اسلامی فقہ (فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی) سرِ اُپا قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ماخوذ ہے، ان چاروں کی مثال ایسے ہے جیسے ایک منزل مقصود تک پہنچنے کے چار راستے ہوں آدمی ان میں سے جس کسی رستے پر چلے منزل مقصود تک ضرور پہنچے گا یعنی ائمہ اربعہ کی مدون و مرتب کردہ چاروں فقہ برحق ہیں۔ یہ چاروں اپنے تدوین کے وقت سے مختلف علاقوں میں نافذ رہی ہیں لیکن سرکاری سطح پر اسلامی خلافت؛ خلافتِ عثمانیہ کے ختم ہونے تک عالم اسلام میں صرف فقہ حنفی نافذ رہی ہے۔

گویا کہ ماضی میں اسلامی قانون کو فقہ اسلامی کی شکل ہی میں عالم اسلام پر نافذ کیا گیا ہے اور یہ دور تاریخِ عالم کا سنہری دور کہلاتا ہے جس میں جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر تھی، ماضی کی تاریخ دہرانے کی ضرورت نہیں حال ہی کو دیکھ لیجیے، 70، 80 سال سے سعودی عرب میں اسلامی قانون ”فقہ حنبلی“ کی صورت میں نافذ ہے۔ ہر سال اقوام متحدہ کی رپورٹ یہی ہوتی ہے کہ سب سے کم جرائم سعودیہ میں ہوتے

ہیں اگر نام نہاد ترقی یافتہ ممالک امریکہ اور برطانیہ وغیرہ کے جرائم کو دیکھا جائے تو ان کے مقابلہ میں سعودیہ میں جرائم ایک فیصد سے بھی کم ہیں وہاں عدل و انصاف کے ادارے از حد کم ہونے کے باوجود ان میں مقدمات بہت تھوڑے آتے ہیں۔ مقدمہ قتل کا فیصلہ عموماً تین ماہ میں ہو جاتا ہے اور دیوانی مقدمہ ایک ماہ میں ختم ہو جاتا ہے۔

ابھی چند برس قبل امارت اسلامیہ افغانستان میں ”فقہ حنفی“ کو اسلامی قانون کے طور پر نافذ کیا گیا تھا جس میں مثالی اور معیاری امن و انصاف کے نظام نے ساری دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ قانون کا تعلق دراصل انسانی حقوق سے ہوتا ہے تاکہ انسان کی جان و مال، عزت و آبرو اور عقل و خرد محفوظ رہے اس مقصد کے لحاظ سے سب فقہیں یکساں ہیں اور سب امن و انصاف کی ضامن ہیں۔

ظلم و بد عنوانی اور حرام خوری کے سارے اسباب بالاتفاق ممنوع ہیں۔ چوری، ڈاکہ، رشوت، ملاوٹ، شراب نوشی، زنا، قذف، عریانی و فحاشی کے تمام مظاہر ہر ”اسلامی فقہ“ میں جرم ہیں ان پر عبرتناک سزائیں مقرر ہیں نظام صلوٰۃ، نظام زکوٰۃ نیک کاموں کی اشاعت اور تلقین اور برے کاموں سے بچنے اور ان سے روکنے پر سب متفق ہیں۔ چونکہ فقہ حنفی کو متعدد وجوہ سے دوسرے تمام فقہی قوانین پر فکری اور عملی برتری حاصل ہے۔

1: فقہ حنفی کی تدوین کسی ایک دو فرد کی محنت اور تحقیق کا نتیجہ نہیں بلکہ اپنے وقت کے عظیم اور جید اسکالرز کی ایک عظیم جماعت کے ہاتھوں یہ بے مثال تاریخی کارنامہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے درجنوں شاگردوں نے جو کہ سب کے سب اپنے وقت کے جلیل القدر مجتہد شار ہوتے تھے اسلامی قانون (تدوین فقہ) کے کام میں ذمہ دارانہ حصہ لیتے تھے ایک ایک مسئلہ پر کئی کئی دن بحث و

مباحثہ ہوتا مکمل تحقیق و تدقیق کے بعد اس مسئلہ کو محفوظ کر لیا جاتا تھا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو کہ حدیث شریف کے بہت بڑے حافظ اور عامل تھے نے تدوین فقہ کا یہ طریقہ خاص بھی درحقیقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کی تعمیل میں اختیار کیا تھا۔

چنانچہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نہی فما تا مرنّا قال تشاورون الفقہاء والعابدین۔

(معجم اوسط طبرانی ج 1 ص 444)

اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس میں واضح طور پر نہ تو وہ کام کرنے کا حکم موجود ہو اور نہ ہی اس کو چھوڑنے کا حکم تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فقہاء اور عابدین سے مشورہ کرو۔

یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی جو کہ دراصل ایک شورائی قانون ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک ید اللہ علی الجماعۃ سے تائید شدہ ہے ہر زمانہ میں مقبول خاص و عام رہا ہے۔

2: فقہ حنفی کی بنیاد خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسائل و فتاویٰ پر قائم ہے۔ مشہور تابعی امام مسروق رحمہ اللہ؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے فرماتے ہیں:

شامت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجدت علمہم ینتہی الی الستۃ ای علی و عبداللہ و عمر و زید بن ثابت و ابی الدرداء و ابی بن کعب رضی اللہ

عنہم ثم شأمت الستة فوجدت علمهم انتهى الى على وابن مسعود رضی اللہ عنہما۔

(اعلام الموقعین لابن تیم ج 2 ص 25)

ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب گرامی قدر رضی اللہ عنہم کے علوم کا اچھی طرح جائزہ لیا میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ان سب کا علم چھ حضرات: حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم میں سمٹ آیا ہے۔ پھر میں نے ان چھ کے علوم کو حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما میں سمٹا ہوا دیکھا۔

گویا کہ ”فقہ حنفی“ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کل علوم کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

3: باقی تمام ائمہ نے اپنی فقہ کی تدوین میں جہاں صحیح حدیث نہیں ملی وہاں ضعیف حدیث کے مقابلہ اجتہاد سے کام لیا ہے لیکن امام اعظم رحمہ اللہ حدیث ضعیف کے مقابلہ میں بھی قیاس نہیں کرتے کیونکہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہونے کے باوجود متن کے اعتبار سے اس حدیث کے صحیح ہونے کا احتمال موجود ہے۔

4: دوسرے ائمہ قول صحابی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں قیاس کرتے ہیں لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ قول صحابی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بھی قیاس نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہو اور صحابی نے کسی وجہ و مصلحت کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کرنا مناسب نہ سمجھا ہو جناب محمد ابراہیم میر سیالکوٹی فرماتے ہیں: آپ قیاس کے مقابلہ میں ضعیف

حدیث کو مقدم جانتے تھے کہ ضعیف کا ضعف عارضی ہے۔ اس میں احتمال صحت کا ہو سکتا ہے لہذا اس کے مقابلہ میں قیاس کی ضرورت نہیں ہے بھلا وہ شخص جو صحابہ کے قول کے سامنے بھی قیاس نہ کرتا ہو وہ صحیح حدیث کو عملاً کس طرح ترک کر سکتا ہے۔

(تاریخ اہل حدیث ص 312 طبع قدوسیہ لاہور)

5: اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ خیر القرون ہی میں فقہ حنفی کو بھی اللہ تعالیٰ نے قبولیت عامہ عطا فرمائی۔ دنیا کے کونے کونے تک فقہ حنفی کا حلقہ وسیع ہو گیا اور اسے عالمگیر حیثیت حاصل ہو گئی چنانچہ 228ھ میں واثق باللہ عباسی نے سد سکندری کا حال معلوم کرنے کے ایک وفد چین بھیجا جس نے واپس آکر یہ رپورٹ پیش کی:

محافظان سد کہ در انجا بود ہمہ دین اسلام داشتند و مذہب حنفی و زبان عربی و فارسی می گفتند و از سلطنت عباسیہ بے خبر بودند۔

(ریاض المرقاض ص 316 از نواب صدیق حسن خان بحوالہ آثار خیر ج 8 ص 502)

ترجمہ: سد سکندری کے محافظ جو وہاں موجود تھے سب کے سب مسلمان تھے ان کا مذہب حنفی تھا زبان عربی اور فارسی بولتے تھے لیکن سلطنت عباسیہ سے بے خبر تھے۔

سبحان اللہ آبادیوں سے کہیں دور چین کے کوہستانوں میں جہاں سلطنت عباسیہ کے جاہ و جلال کی ہوا تو نہ پہنچ سکی مگر حنفیت کا جھنڈا لہرا رہا تھا جس کے بارے میں کہنا زیادہ مناسب ہے۔ واللہ یوید بنصرہ من یشاء۔

6: فقہ حنفی کی تدوین سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے ستر فیصد سے زائد طبقہ نے فقہ حنفی کی عملتائید کی ہے اس کی یہ مقبولیت جہاں رضائے الہی کی دلیل ہے وہاں اس کی خصوصیت بھی ہے۔

7: برصغیر پاک و ہند میں وسیع پیمانہ پر اسلام کی آمد، اس کی اشاعت اور حفاظت

کے جملہ امور احناف نے ہی سرانجام دیے یہی وجہ ہے کہ ترکی وسط ایشیائی ریاستوں سے لے کر افغانستان، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، برما اور چین تک فقہ حنفی کے علاوہ کوئی اور فقہی مذہب موجود بھی نہیں ہے اور یہ فقہ حنفی کی دیگر مذاہب پر علمی و فکری برتری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستان میری

فقہ حنفی کی اور بھی بہت ساری خصوصیات ہیں لیکن ہمارا مقصود یہاں پر فقہ حنفی کی تمام خصوصیات کا شمار کرنا نہیں ہے بلکہ ہم بتانا یہ چاہتے ہیں کہ تاریخ اسلام پڑھ کر دیکھیے جس دور میں فقہ حنفی کو سرکاری سطح پر قانونی حیثیت حاصل رہی ہے اس دور کو انسانی وحدت و مساوات، باہمی تعاون، شرافت انسانی، عفو و درگزر، حریت فکر، عدل و انصاف، ایفاء عہد، اخوت و محبت اور امن و امان کے لیے نمونہ کے طور پر پیش کیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

آج ہمیں کئی مسائل کا سامنا ہے ان سب کا باعث اور سبب عدل و انصاف اور امن و امان کا نہ ہونا ہے اور ان کے حصول کا ذریعہ فقط ایک ہی ہے اور وہ ہے اسلامی قانون یعنی فقہی نظام کا نفاذ۔ چونکہ ہمارے ملک میں اکثریت فقہ حنفی پر عمل پیرا ہے اس لیے اس کو ترجیحی طور پر نافذ کرنا اس کا اولین حق ہے۔ اگر باب اقتدار کو مل کر سوچنا ہو گا کہ اگر وہ ملک میں امن کے خواہاں ہیں تو جید علماء کی کمیٹی تشکیل دے کر اس پر سنجیدگی کے ساتھ مشاورت کی جائے اور ایسا لائحہ عمل طے کیا جائے جس سے ملک میں امن و انصاف میسر ہو، اور امن و امان کے بارے میں فقہ حنفی کا سابقہ سنہرا دور ہمیں دوسرے نئے تجربات کرنے کے بجائے اپنی طرف دعوت فکر دے رہا ہے۔

تصوف اور علمائے امت

کھ..... مولانا عنایت اللہ عینی

متخصص مرکز اہل سنت والجماعت

تصوف؛ اسلام کی روح ہے اس کے ذریعے انسان پاک مومن اور دین اسلام کا عملی مسلمان بنتا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس آیت مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔

(سورۃ التوبہ 119)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

یہ حکم اس لیے فرمایا گیا کہ ایمان کی تازگی اور پرہیزگاری تب ہی آتی ہے جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی کامل معرفت حاصل ہو جائے اور یہ معرفت خداوندی اولیاء کرام کی صحبت کے بغیر بہت مشکل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر امت مسلمہ کے جلیل القدر علماء نے صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی صحبتوں میں آکر اس گوہر نایاب کو حاصل کیا۔

ذیل میں چند جلیل القدر علماء کے تذکرہ کیا جاتا ہے جو سلطنت علم کے بادشاہ ہونے کے باوجود ان گڈری نشینیوں کے غلام بن کر معرفت اور قرب خداوندی حاصل کرتے رہے۔

مثلاً امام ابن ندیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الفہرست“ میں اسماء العباد والزہاد والمتصوفہ عنوان کے تحت درج ذیل جلیل القدر علماء کرام کی فہرست نقل فرمائی ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ	امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ
امام ہرم بن حیان رحمہ اللہ	امام علقمۃ الاسود رحمہ اللہ
امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ	امام شعبی رحمہ اللہ
امام مالک بن دینار رحمہ اللہ	امام محمد بن واسع رحمہ اللہ
امام عطاء السلمی رحمہ اللہ	امام مالک بن انس رحمہ اللہ
امام سفیان ثوری رحمہ اللہ	امام اوزاعی رحمہ اللہ
امام ثابت بنانی رحمہ اللہ	امام ابراہیم تیمی رحمہ اللہ
امام سلیمان تیمی رحمہ اللہ	امام فرقد السیجی رحمہ اللہ
امام ابن السماک رحمہ اللہ	امام عقبۃ الغلام رحمہ اللہ
امام صالح المری رحمہ اللہ	امام ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ
امام عبد الواحد بن زید رحمہ اللہ	امام ابن المنکدر رحمہ اللہ
امام محمد بن حبیب الفارسی رحمہ اللہ	امام ربیع بن خثیم رحمہ اللہ
امام ابو معاویۃ الاسود رحمہ اللہ	امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ
امام یوسف بن اسباط رحمہ اللہ	امام ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ
امام ابن ابی الحواری رحمہ اللہ	امام داؤد طائی رحمہ اللہ
امام فتح موصلی رحمہ اللہ	امام شیبان راعی رحمہ اللہ
امام مطاف بن عمران رحمہ اللہ	امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ

(کتاب الفہرست ص 235 الفن الخامس ، من المقالة الخامسة)

ان میں حضرت امام حسن بصری نے براہ راست حضرت سیدنا علی المرتضیٰ

سے بیعت کر کے ان کی صحبت اختیار کر رکھی تھی۔ (الحاوی للفتاویٰ ص 511 لام سیوطی)

یہاں تک کہ صوفیاء کرام کے تین سلسلے: قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کی بنیاد تو اتر کے ساتھ انہی پر پہنچتی ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ..... نے بھی باوجود اپنی تبحر علمی کے حضرت امام جعفر صادق کی دو سال صحبت اٹھائی۔

(مرآۃ الاولیاء ص 24)

امام صاحب رحمہ اللہ ہی کا فرمان ہے کہ لولا السنن لہلک النعمان اگر ان کی صحبت کے دو سال میسر نہ ہوتے تو نعمان (ابو حنیفہ) ہلاک ہو جاتا۔

نوٹ: یاد رہے امام جعفر صادق سلسلہ صدیقیہ نقشبندیہ کے ائمہ کرام میں سے ہیں انہی کی وجہ سے سیدنا امام اعظم پر بھی صفات صدیقیت غالب تھی۔

(مقدمہ مجموعہ الفقہ الاکبر ص 16)

اس کو تصوف کی اصطلاح میں نسبت شیخ کہتے ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ..... جیسا جلیل القدر عالم اس کو تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لولا ابو ہاشم الصوفی ما عرفت دقیق الریاء۔

(عوارف المعارف ص 66 شیخ سہروردی)

امام مالک رحمہ اللہ..... تو یوں قائل ہیں: من تفقہ ولم یتصوف فقد

تفسق ومن تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ومن جمع بینہما فقد تحقق

(قواعد التصوف للشیخ احمد زروق 2/2)

ترجمہ: جو شخص فقہ حاصل کرے اور تصوف حاصل نہ کرے تو وہ فاسق ہے اور جو تصوف حاصل کرے لیکن فقہ حاصل نہ کرے تو وہ زندیق ہے۔ ہاں جس نے دونوں کو جمع کر لیا تو وہ محقق بنا۔

امام شافعی رحمہ اللہ..... بھی فرماتے ہیں کہ آدمی کو چاہیے کہ اہل صدق

ووفاء (صوفی کرام) کی صحبت اختیار کرے۔

(کتاب الانتقاء لامام ابن عبد البر المالکی ص 157)

خود امام شافعی رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر فقیہ امام نے بھی حضرت شیخ شیبان راہی رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کر رکھی تھی۔

(کشف المحجوب ص 149 شیخ بجویری)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ..... بھی مسائل تصوف حضرت بشر حافی سے حل کراتے تھے۔

(المستطرف ص 156 لامام ابوشہی وکشف المحجوب شیخ بجویری رح ص 149)

امام داؤد طائی..... تلمیذ امام اعظم رحمہ اللہ؛ حضرت شیخ ابن حبیب فارسی کے مرید تھے۔

(کشف المحجوب ص 142)

امام ابو محمد جعفر الخلدی..... شیخ جنید بغدادی کے مرید و تربیت یافتہ تھے۔

(المستطرف لامام ابوشہی ص 154)

امام عمر طربنی المالکی رحمہ اللہ..... بھی سید الطائفہ کے مرید تھے۔

(ایضاً ص 157)

امام احمد بن عبد الجبار فرماتے ہیں کہ میرے والد امام عبد الجبار حضرت شیخ ابو نصر فتح بن شحرف کی صحبت میں تین سال رہے۔

(ایضاً ص 151)

امام ابن الحسین رازی..... حضرت ذوالنون مصری اور ابو علی روزباری کی صحبت میں بیٹھے تھے۔

(ایضاً ص 163)

امام ابن ابی دنیا..... بھی یکے صوفی تھے۔

(کتاب الفہرست لابن الندیم ص 236)

امام ابو الحسن علی بن محمد المصری..... بھی تصوف سے وابستہ تھے۔

(ایضاً ص 237)

امام مسلم کے شاگرد اور نسخہ مسلم کے جامع و کاتب امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان نیشاپوری رحمہ اللہ؛ امام ایوب بن حسن الزاہد الفقیہ الحنفی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔

(مقدمۃ المنہاج علی شرح صحیح مسلم لامام نووی رح 17/1)

امام عبد الغفار ابو الحسین الفارسی..... امام ابو احمد محمد بن عیسیٰ الجلودی کے مرید تھے۔ جن کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں۔ هذا الجلودی شیخا صالحا من کبار عباد الصوفیة صحب اکابر المشائخ من اهل الحقائق۔

(مقدمہ منہاج علی مسلم لامام نووی 17/1)

امام حاکم رحمہ اللہ..... خود بھی امام ابو بکر ضبی رحمہ اللہ کے مرید تھے اور ساتھ ساتھ ساتھ شیخ ابو عمرو بن نجید، ابو الحسن بو شفق، جعفر بن الخلدی، ابو عثمان مغربی رحمہم اللہ کی بھی صحبتیں اٹھائیں تھیں۔

(مقدمہ حدیث النبوی وعلومہ الدکتور محمود مطرجی ص 89)

امام عبد الغفار سے نقل ہے کہ امام حاکم کا گھر بیت الصلاح والورع تھا

(خانقاہ) تھی۔ (ایضاً ص 88)

امام بیہقی رحمہ اللہ..... امام احمد بن محمد خلیل الصوفی رحمہ اللہ کی صحبت میں

بیٹھے تھے بلکہ ان سے مسئلہ حیاۃ الانبیاء میں روایت بھی لی ہے۔

(حیات الانبیاء بعد وفاتہم ص 67)

امام ابو الفضل مقدسی رحمہ اللہ..... تصوف کے سلسلہ میں سنیہ {نسبت
شیخ ابو عبد الرحمن السلمی رحمہ اللہ} میں شیخ ابن مت کے مرید تھے۔ ایسے ہی محدث
امام ابو بکر حازمی رحمہ اللہ بھی پکے صوفی اور خلوت نشین بزرگ تھے۔

(التعلیقات علی شروط الائمة السیة والحمد للامام کوثری ملحق بسنن ابن ماجہ ص 63)
امام ابن عساکر رحمہ اللہ..... امام عبد الغفار فارسی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔

(مقدمہ منہاج علی مسلم ص 1/16)
شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ..... شیخ ابواسحاق رحمہ اللہ کے صحبت یافتہ تھے۔

(مقدمہ المنہاج شرح صحیح مسلم ج 1 ص 17)
امام ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ..... امام یحییٰ بن مجاہد فزاری رحمہ اللہ کی
صحبت یافتہ اور مرید تھے وہ خود بھی فقیہ تھے لیکن ان پر تصوف کا غلبہ تھا۔

(تاریخ ابن الفرخی)
امام ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ..... حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ
کے مرید تھے ان کی وفات بعد امام ابن جوزی رحمہ اللہ کے صحبت میں آگئے۔

(مختصر طبقات الحنابلہ ص 145)
امام کمال الدین دمیری رحمہ اللہ..... بھی پکے صوفی تھے امام مقریزی مالکی
رحمہ اللہ ان ہی کے مرید تھے۔

(تعلیقات علی حیاة الحیوان ج 1 ص 25)
خطیب بغدادی رحمہ اللہ..... نے تصوف کی دو کتابیں بھی تالیف کی
ہیں۔ آپ کی خواہش تھی کہ اللہ جل جلالہ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کے جوار رحمت
میں تدفین عطا فرمائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (الاحتجاج بالشافعی ص 10 للامام خطیب بغدادی)
علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ..... بھی تصوف کے قائل تھے بلکہ بذات خود

سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے بہت متاثر تھے۔

(آثار الاحسان از علامہ خالد محمود)

آپ صوفیاء میں شیخ احمد رفاعی کے بھی بڑے مداح تھے۔

(امت کے محسنین ص 170)

بلکہ آپ کی تدفین بھی مقابر صوفیہ ہوئی۔

(امت کے محسنین ص 176)

سید سند شریف جرجانی رحمہ اللہ..... خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمہ اللہ

کے خلیفہ، خواجہ علاؤ الدین عطار البخاری رحمہ اللہ کے مرید تھے۔

(الفوائد البہیہ ص 130)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ..... شیخ ضیاء الدین عیسیٰ بن عیسیٰ انصاری رحمہ اللہ

کے خلیفہ مجاز تھے۔

(تعلیقات علی الرفع والتکمیل لشیخ ابوغدہ ص 312)

امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ..... باوجود ایک عظیم مفسر، محدث، فقیہ،

اصولی، ناقد، مناظر، ماہر لغت، قاری، امام الجرح والتعديل ہونے کے ساتھ ساتھ پکے

صوفی بھی تھے، بلکہ آپ کو بعض علماء نے طبقات صوفیاء حنفیہ میں شمار کیا ہے۔

(آثار الاحسان)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ..... بھی پکے صوفی تھے آپ خانقاہ

بیریسیہ میں معتکف ہو کر خلوت نشین ہو گئے تھے۔

(تعلیقات علی تاریخ الخلفاء ص 8)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ..... بھی پکے صوفی تھے۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص 8)

محدث وقت ملا علی قاری رحمہ اللہ..... بھی صوفی تھے۔

(تعلیقات علی الموضوعات الکبریٰ ص 3)

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ہم عصر عظیم محدث شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی صوفی تھے، آپ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ سے بہت متاثر تھے۔

(اخبار الانبیاء ص 699)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ..... اور ان کے فرزند سارے کے سارے پکے صوفی تھے ان کا تصوف سے وابستہ ہونا ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ..... بھی شیخ مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے مرید تھے۔

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ..... بھی مجددیہ سلسلہ سے منسلک تھے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ..... شیخ خالد نقشبندی رحمہ اللہ کے مرید تھے اور تصوف سے منسلک تھے۔

(نشر العرف لابن عابدین شامی ص 12)

علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمہ اللہ..... بھی پکے صوفی تھے سلسلہ قادریہ میں آپ شیخ عبد الرزاق کیلانی رحمہ اللہ اور سلسلہ نقشبندی میں شیخ بلخی رحمہ اللہ کے مرید تھے آپ نے تصوف پر تین کتابیں لکھی ہیں، آپ پر سلسلہ قادریہ بہت غالب تھا امام زاہد الکوثری رحمہ اللہ.....؛ شیخ ضیاء الدین کشمیری رحمہ اللہ کے مرید خاص تھے۔

اور علماء دیوبند سب کے سب اہل تصوف ہیں، تصوف کو ماننے والے ہیں بلکہ اس کے داعی بھی ہیں۔

(المہند علی المفند ص 13)

سیدنا عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ

تعارف:

مدینہ منورہ کے وہ سات نفوس قدسیہ جو اپنے دور کے لوگوں کے لئے علمی دنیا میں سکون قلب کا سبب تھے جنہیں فقہاء سبعہ کے مقدس و مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے ان میں ایک نام سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

آپ کا نام عروہ کنیت ابو عبد اللہ آپ کے والد مشہور صحابی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور والدہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہمیشہ سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کی ولادت کے متعلق دو قول نقل فرمائے ہیں یا تو آپ کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں ہوئی یا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس وقت مسلمان پہلے دور کی بنسبت بہت خوش حال تھے اور اسلامی حکومت کافی دور تک پھیل چکی تھی آپ نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خوب انہماک سے علم حاصل کیا۔

آپ کو صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت سے حصول علم کا موقع نصیب ہوا۔ جن میں آپ کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی حضرت عبد اللہ والدہ سیدہ اسماء خالہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر،

حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہم
اجمعین وغیرہم شامل ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج 1 ص 50 تہذیب التہذیب ج 4 ص 472)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصی توجہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ آپ کی خالہ تھی اس لیے آپ
ان کے پاس رہتے اور علم حاصل کرتے اگر بات سمجھ نہ آتی "یا اماءہ" اے میری امی
کہہ کر حقیقت مسئلہ دریافت فرماتے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عروہ
کو علمی بلندیوں پر پہنچانے میں سب سے زیادہ حصہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کا ہے ام المؤمنین نے اپنے ہونہار بھانجے کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اور جو
علوم و معارف جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کو نصیب ہوئے
وہ سب کے سب حضرت عروہ کو سکھانے میں بھرپور محنت کی۔

حضرت عروہ نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خوب دلجمعی
کے ساتھ ان علوم کو اپنے سینہ میں جگہ دیکر محفوظ کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ام
المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے چار پانچ سال قبل ان سے
مکمل علم حاصل کر چکا تھا اور میں کہتا تھا کہ اگر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا انتقال
ہو جائے تو مجھے ان کی کسی حدیث پر پچھتاوا نہیں ہو گا کیونکہ میں نے ان کی تمام احادیث
کو یاد کر لیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج 4 ص 473)

علمی مقام اہل علم کی نظر میں:

کتب اسماء الرجال و کتب توارخ میں آپ کے معاصرین اور دیگر اہل علم کے

فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے درو میں علم کے سمندر تھے۔

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ادرکت أربعة بحور من قریش
سعید بن المسیب وأبا بکر ابن عبد الرحمن بن الحارث وعبید اللہ بن عبد اللہ بن
عتبة وعروة بن الزبیر۔

(حلیۃ الاولیاء ج 2 ص 188)

میں نے قریش میں علم کے چار سمند پائے ہیں ان میں ایک نام حضرت عروہ
کا بھی ہے۔

امام ابن کثیر نے امام زہری کا یہ فرمان بھی نقل کیا ہے: کان عروة بحرا لا
ینزف ولا تکدرہ الدلاء۔

(البدایہ والنہایہ ج 9 ص 120)

حضرت عروہ علم کا ایسا سمندر ہیں جس سے جتنا علم حاصل کیا جائے تب بھی
ختم نہیں ہوتا۔

مشہور تابعی اور خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے
ہیں: ما أحد أعلم من عروة۔

(البدایہ والنہایہ ج 9 ص 120)

میرے علم کے مطابق حضرت عروہ سب سے بڑے عالم ہیں۔
ساتویں صدی ہجری کے مشہور عالم حضرت امام نووی آپ کے متعلق اہل
علم کے اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں: ومناقبه كثيرة مشهورة. وهو مجمع علی
جلالته، وعلو مرتبته، ووفور علمه۔

(تہذیب الاسماء واللغات ج 1 ص 466)

حضرت عروہ کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں آپ کی جلالت شان، بلند

مرتبہ اور کثرت علم پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

حضرت امام ابن العمد حنبلی فرماتے ہیں: الفقہ الحافظ جمع العلم والسیادة والعبادة۔

(شذرات الذهب ج 1 ص 98، 97)

آپ الفاظ حدیث کے حافظ، مسائل کا استنباط کرنے والے فقیہ اور علم پر عمل کرنے والے انسان تھے۔

فقہی مقام:

آپ رحمہ اللہ کو علم تفسیر، علم حدیث اور دیگر کئی علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی لیکن علم فقہ کے ساتھ آپ کو خاص لگاؤ تھا اور اس علم میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا اسی وجہ سے آپ کا شمار مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء میں ہوتا ہے جن کا فتویٰ پر اہل اسلام عمل کرتے تھے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد ذکرہ غیر واحد فی فقہاء المدینة السبعة الذین ینتہی الی قولہم،
وکان من جملة الفقہاء العشرة الذین کان عمر بن عبد العزیز یرجع الیہم فی زمن
ولایتہ... الخ

(البدایہ والنہایہ ج 9 ص 120)

اہل علم کی ایک بہت بڑی جماعت نے حضرت عروہ کو مدینہ کے ان سات فقہاء میں شمار کیا ہے جن کی فقہ کو لوگ حرف آخر سمجھتے تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اپنے دور خلافت میں جن دس فقہاء کی طرف رجوع کرتے تھے ان میں حضرت عروہ بھی شامل ہیں۔

مشہور مورخ علامہ واقدی آپ کے فقہی مقام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے

ہیں: وکان من فقہاء المدینة المحدثین ولقد کان أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسألونہ۔

(البدایہ والنہایہ ج 9 ص 119)

مدینہ منورہ کے بڑے فقہاء میں حضرت عروہ رحمہ اللہ بھی ہیں ان کا فقہی مقام اتنا بلند تھا کہ صحابہ کرام بھی بسا اوقات دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

یہ قول صرف واقدی کا نہیں بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے حضرت حمید بن عبد الرحمن بن عوف رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے: لقد رأیت الاکابر من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانہم یسألونہ من قصۃ ذکرہا۔

(تہذیب التہذیب ج 4 ص 473)

میں نے کبار صحابہ کو حضرت عروہ سے سوال کرتے ہوئے دیکھا۔ جس شخص کی طرف صحابہ رجوع کریں اور مسائل پوچھیں اس کی فقاہت پر اعتماد کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی۔

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے فقہی مسائل کو مستقل کتب میں لکھا لیکن بعد میں ان کو ختم کر دیا کہ کہیں یہ مسائل کتاب اللہ کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں جس پر آپ اکثر افسوس بھی کرتے تھے کہ کاش وہ کتب فقہ ضائع نہ ہوتیں آپ کے صاحبزادے حضرت ہشام فرماتے ہیں: أن أباه کان حرق کتبا فیہا فقہ ثم قال لوددت انی کنت فدیثہا بأہلی ومالی۔

(تہذیب التہذیب ج 4 ص 473)

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے اپنے فقہی مسائل پر مشتمل کتب کو ختم کر دیا بعد میں اس پر پچھتاتے ہوئے فرماتے وہ کتابیں مجھے اپنے اہل و عیال اور مال

ودولت سے عزیز محسوس ہو رہی ہیں۔

مسح علی الراس:

ادلہ شرعیہ کی روشنی میں احناف کا موقف یہ ہے کہ اگر انسان نے عمامہ باندھا ہو تو بوقت وضو اسے اتار کر سر کا مسح کرنا چاہئے صرف عمامہ کے اوپر مسح کافی نہیں اس مسئلہ میں حضرت عروہ کا عمل بھی یہی تھا چنانچہ آپ کے صاحبزادے حضرت ہشام فرماتے ہیں:

أنه رأى أباه يمسح على الخفين على ظهورهم لا يمسح بطونهما قال ثم يرفع العمامة فيمسح برأسه .

(کتاب الحجہ لامام محمد ج 1 ص 38)

میں نے اپنے والد حضرت عروہ کو دیکھا آپ نے موزہ کے اوپر والے حصہ پر مسح کیا اس کے بعد پگڑی اتار کر سر پر مسح فرمایا۔
معلوم ہوا صرف عمامہ پر مسح کافی نہیں بلکہ پگڑی اتار کر سر کا مسح کرنا چاہیے۔

وفات:

بقول امام ذہبی رحمہ اللہ آپ کی وفات 94ھ میں ہوئی حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سفر و حضر میں مسلسل روزے رکھتے تھے جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ اس وقت بھی روزہ کی حالت میں تھے اور 94ھ کو فقہاء کی موت کا سال کہا جاتا ہے کیونکہ اسی سال حضرت علی بن حسین {امام زین العابدین رضی اللہ عنہ} حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، حضرت عروہ رحمہ اللہ اور حضرت ابو بکر بن عبد الرحمان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

مختصر القدوری

تقریباً دنیا بھر کے مدارس عربیہ میں پڑھائی جانے والی فقہ حنفی کی معتبر اور مختصر کتاب مختصر القدوری کا تجزیہ، جامعیت اور افادیت اور اس کی بعض شروحات کا تذکرہ فاضل مضمون نگار مفتی محمد یوسف حفظہ اللہ کے گوہر بار قلم سے ہدیہ قارئین ہے۔ (ادارہ)

اس کتاب کے مصنف ابوالحسن احمد بن محمد بغدادی رحمہ اللہ ہیں، جو امام قدوری کے لقب سے مشہور ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کے نامور فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ بڑے صاحب کمال انسان تھے۔ امام سمعانی رحمہ اللہ آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكان صدوقا وكان ممن أنجب في الفقه لذكائه وانتهت إليه بالعراق
رياسة أصحاب أبي حنيفة وعظم عندهم قدره وارتفع جاهه وكان حسن العبارة
في النظر جرى اللسان مديماً لتلاوة القرآن.

(تاریخ بغداد: رقم الترجمة: 2249)

امام قدوری صدوق یعنی راست باز تھے۔ اپنی ذکاوت اور ذہانت کی وجہ سے فقہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ عراق میں مذہب حنفی کی ریاست آپ کی وجہ سے کمال تک پہنچی۔ اس وجہ سے آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ آپ کی تقریر و تحریر میں بہت دلکشی تھی۔ اکثر آپ تلاوت قرآن میں مصروف رہتے تھے۔

امام قدوری نے تصنیفی میدان میں گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں، بہت سی کتابیں آپ نے یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے "زیر بحث" کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔ مختصر قدوری کو تصنیف کیے ایک ہزار سال کا عرصہ بیت چکا ہے، مگر اس

وقت سے لے کر آج تک اسے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہے۔ پاکستان، ہندوستان، افغانستان، بنگلہ دیش، برما، شام، اردن، مصر، وسط ایشیا اور دیگر کئی ممالک میں (جہاں فقہ حنفی کی تعلیم دی جاتی ہے) مختصر قدوری؛ درسی کتاب کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔

مختصر قدوری کوئی لمبی چوڑی کتاب نہیں جو ہزاروں صفحات پر محیط ہو، بلکہ یہ ایک مختصر کتاب ہے۔ اس وقت اس کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے وہ صرف 317 صفحات پر مشتمل ہے۔ مگر مصنف رحمہ اللہ نے فقہ حنفی کے لاکھوں مسائل میں سے بارہ ہزار اہم اور بنیادی مسائل منتخب کر کے اس مختصر سی کتاب میں جمع کر دیے ہیں۔ مسائل کا انتخاب کا عبارت کی روانی اپنی مثال آپ ہے۔ تمام مسائل کو انتہائی آسان انداز میں جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب حسن ترتیب میں بھی اعلیٰ درجہ کی حامل ہے۔ فقہی متون میں اس پایہ کی بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔

مختصر قدوری کی جامعیت اور بے پناہ مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ فقہ حنفی کی معروف و مفصل کتاب "ہدایہ" کے مصنف نے اس ہدایہ کے لیے جس کتاب کو بطور متن کے منتخب کیا وہ یہی مختصر قدوری ہے۔ یعنی یہ مختصر قدوری؛ ہدایہ کا متن ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ مختصر قدوری سے لے کر ہدایہ کے اختتام تک طالب علم "مختصر قدوری" کا متن دوہرا تارہتا ہے۔ زیر تعارف کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اکثر مسائل آیت کریمہ، حدیث مبارک، صحابی کے قول اور تابعی کے فتویٰ سے ماخوذ ہیں، بہت کم مسائل ایسے ہیں جو اصولوں کی روشنی میں قیاس کے تحت ذکر کیے گئے ہیں۔

امام قدوری رحمہ اللہ نے یہ کتاب لکھتے وقت جو اسلوب اپنایا ہے وہ بہت عام فہم اور سادہ ہے۔ عبارت کے اندر پیچیدگی اور غیر مانوسیت نہیں ہے۔ اس کتاب

کے 61 عنوانات کو "کتاب" اور 62 عنوانات کو "باب" کے نام سے شروع کیا ہے۔
فاضل مصنف کا عمومی طرز یہ ہے کہ پہلے "کتاب" یا "باب" کے نام سے مرکزی
عنوان قائم کرتے ہیں، پھر تفصیل کرتے وقت عبارت کے آغاز میں ہی (مرکزی
عنوان کی مناسبت سے) اس کا شرعی حکم بتایا ہے یا اس کی تعریف بیان کی ہے۔ مثلاً:
صفحہ 22 پر "باب الاذان" کے نام سے مرکزی عنوان قائم کیا ہے، پھر اس کی تفصیل
کرتے ہوئے آغاز میں ہی اذان کی شرعی حیثیت کو واضح کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:
الاذان سنة للصلاة الخمس والجمعة دون ما سواها۔

صفحہ 29 پر مرکزی عنوان "باب الجماعة" ہے۔ اب طالب علم کو معلوم نہ
تھا کہ جماعت کا شرعی حکم کیا ہے؟ یہ فرض ہے، واجب ہے، یا سنت ہے؟ چنانچہ
عبارت کی ابتداء میں ہی مصنف نے جماعت کا شرعی حکم بتا دیا۔ فاضل مصنف رحمہ
اللہ لکھتے ہیں: والجماعة سنة مؤكدة۔

اسی طرح صفحہ 52 پر مرکزی عنوان یہ قائم کیا ہے "باب الشهيد" تفصیل
کرتے وقت آغاز میں شہید کا حکم نہیں بتایا بلکہ پہلے اس کی تعریف بیان کی ہے تاکہ
طالب علم جان سکے کہ ہر مرنے والے کو شہید نہیں کہا جائے گا بلکہ شہید صرف اسے
کہیں گے جو مخصوص طریقے سے قتل ہوا ہو۔ چنانچہ امام قدوری لکھتے ہیں:

الشهيد من قتله المشركون أو وجد في المعركة وبه أثر الجراحة أو قتله
المسلمون ظلماً ولم يجب بقتله دية۔

شہید وہ ہے جسے مشرکین نے قتل کر دیا ہو یا وہ میدان جنگ میں مقتول پایا
جائے اور اس کے جسم پر زخم کے نشانات بھی ہوں، یا اسے مسلمانوں نے ظلماً قتل کر
دیا ہو اور اس کے قتل کی وجہ سے ابتداء دیت واجب نہ ہوئی ہو۔

نوٹ: مذکورہ تعریف اس شہید کی ہے جو دنیا و آخرت دونوں اعتبار سے شہید ہو۔
مختصر قدوری کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف انداز سے اس پر قلم اٹھایا گیا تاکہ اس کا سمجھنا سمجھانا مزید آسان ہو جائے۔ چنانچہ اپنے اپنے وقت میں نامور علماء و محققین حضرات نے مختلف زبانوں میں اس کی شروحات، حواشی اور تراجم لکھنے کی سعادت حاصل کی۔

مختصر قدوری کی شروحات، حواشی اور تراجم کی تعداد تو بہت زیادہ ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

- 1: زاد الفقہاء اس کے مصنف محمد بن احمد ابو المعالی رحمہ اللہ ہیں۔
- 2: المحتجب یہ شرح احمد بن مظفر شمس الائمہ کردری رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔
- 3: البیان فی شرح المختصر اس کے مصنف کانام محمد بن رسول ہے۔
- 4: اللباب فی شرح الکتاب شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی نے اسے تصنیف کیا ہے۔
- 5: الجوہرۃ النیرۃ یہ شرح امام ابو بکر بن علی الحدادی کی تصنیف ہے۔
- 6: التہلیل الضروری لمسائل القدوری یہ مختصر قدوری کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم کانام استاد غلام الدین ہے۔

7: الشرح الثمیری علی المختصر للقدوری یہ شرح چار جلدوں پر مشتمل ہے۔
موخر الذکر شرح کو جامعہ روضۃ العلوم، نیا نگر، جھارکھنڈ (انڈیا) کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب ہیں جو جامعہ اسلامیہ، مانچسٹر (انگلینڈ) کے سابق استاد حدیث ہیں۔ یہ شرح بہت سی اضافی اور امتیازی خوبیوں کی حامل ہے۔ اردو زبان میں اس سے بہترین شرح ہماری جستجو کے مطابق شاید ہی کوئی ہو۔

حنفیت میں ہمارا طریقہ

کچھ..... مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

ہم تو اس معنی میں حنفی ہیں جو ہمارے سلف صالحین احناف کا پاک مسلک تھا یعنی سب سے پہلے اللہ رب العزت کی مقدس کتاب یعنی قرآن مجید پر عمل کرنا ضروری سمجھتے ہیں اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ سے واضح طور پر سمجھ میں نہ آئے تو سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے اس کا حل تلاش کیا جائے۔ اگر بالفرض اپنی کوتاہ نظری و کم فہمی کے باعث وہاں سے بھی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو پھر غیر مجمع علیہ مسئلہ امام الائمہ حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو فی رحمہ اللہ کے ارشاد یا ان کے مقدس شاگردوں مثلاً:

☆ امام ابو یوسف رحمہ اللہ

☆ امام محمد رحمہ اللہ

☆ امام زفر رحمہ اللہ

☆ امام حسن رحمہ اللہ میں سے کسی کے قول پر عمل کیا جائے۔

کیونکہ ان ہی حضرات کا حلفیہ بیان پہلے گزر چکا ہے کہ ہم ہر قول میں امام صاحب رحمہ اللہ کے پابند ہیں لہذا بحیثیت حنفی ہونے کے ہم ان حضرات کے اقوال کے سامنے سر جھکانا اپنا فخر سمجھتے ہیں ان کے سوا کسی شخص کا قول ماننے کے لیے ہم مجبور نہیں ہیں کہ جو حنفی کہلائے وہ ہمارا آقا بن جائے۔ لہذا ہمارا یہ کہنا بجا اور درست ہے کہ ہم پکے حنفی ہیں جو عزت ہمارے دل میں بلحاظ اتباع و تقلید امام صاحب رحمہ اللہ کی ہے وہ درجہ کسی اور کو نصیب نہیں۔ (ماخوذ از امام لاہوری کے رسائل ص 170)

تبصرہ کتب

..... مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

نام کتاب: نیک صحبت کے کرشمے

ضبط و تحریر: مولانا محمد اسلم

ملنے کا پتہ: 03336329378

انسانی زندگی پر ماحول کا بھی گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس وجہ سے شریعت میں بری مجالس میں بیٹھنے سے روکا گیا ہے۔ بری سوسائٹی میں انسان کے اخلاق، اعمال حتیٰ کہ عقائد بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کی جہاں دنیا برباد ہوتی ہے وہاں پر آخرت بھی اس کے لیے ذلت کا باعث بن جاتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں اخلاقی بیماریوں کی وجہ سے آج ہماری زندگیوں میں سکون، راحت، چین، اطمینان اور خوشیاں ناپید ہو چکی ہیں ان کی جگہ پر بے سکونی، بے چینی اور گھٹن کا ماحول ہے۔ گھریلو نظام زندگی تباہ ہو چکا ہے۔ اولادیں نافرمان ہو چکی ہیں، اجتماعی نظام میں تقریباً ہر دوسرا شخص جھوٹ، فریب، دھوکا اور غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔

ایسے حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اس سارے نظام کو صحیح خطوط پر لایا جائے۔ اس حوالے سے سب سے آسان اور مناسب طریقے اہل اللہ کی مجالس ہیں۔ حدیث میں آتا ہے ہم المجلساء لا یسقی جلیسہم یہ اہل اللہ ایسے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔ اس ضرورت اور افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا محمد اسلم مہتمم جامعہ تعلیم الاسلام اشرفیہ بہاولنگر نے حضرت حاجی محمد شریف ہشیار پوری رحمہ اللہ کے ایک وعظ کو ترتیب دیا ہے۔

حاجی شریف ہشیار پوری رحمہ اللہ؛ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ اور ان سے فیض حاصل کرنے والے ہیں۔

چنانچہ اپنے اس وعظ میں ایک جگہ پر فرماتے ہیں:

صحابہ کرام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کن لوگوں کی صحبت میں بیٹھا کریں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کا دیکھنا تمہیں خدا کی یاد دلا دے، اس کا بولنا علم میں ترقی کر دے اس کا عمل آخرت کی یاد دلا دے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

اچھی صحبت کا اثر بہت عمدہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا بزرگان دین کی خدمت میں بیٹھنے سے ایک خاص بات قلب میں پیدا ہو جاتی ہے وہ یہ ایمان میں ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر خروج عن الاسلام کا خطرہ نہیں رہتا۔

توجہ فرمائیں!

☞ تبصرے کے لیے دو کتابوں کا بھیجنا ضروری ہے۔

☞ ادارہ کا مؤلف کتاب کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

☞ تبصرہ کے لیے بھیجی جانے والی کتابیں درج ذیل پتہ پر روانہ کریں۔

دفتر رسائل و جرائد

(برائے تبصرہ کتب: ماہنامہ فقہ)

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

03326311808

لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانانِ گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسلکی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

☆ مولانا عاشق الہی بلند شہری رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمان کوثر مدنی

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں تشریف لائے اور تزکیہ نفس پر طلباء میں بیان فرمایا۔ بعد ازاں مرکز کے اساتذہ کرام کے ساتھ علمی مجلس فرمائی۔

☆ فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں

تشریف لائے، متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کو چاروں سلاسل میں خلافت بھی عطا فرمائی اور ماہانہ خانقاہی مجلس میں بیان اور ذکر بھی کرایا۔

☆ سات ستمبر کو مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سے ختم نبوت روڈ کاروان کا قافلہ

سرگودھا شہر روانہ ہوا جہاں مجاہد ختم نبوت مولانا محمد اکرم طوفانی اور مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے شہر کے وسط میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور اس پر علماء کی قربانیوں کا تذکرہ کیا۔ مرزائیوں کے کفر پر پارلیمنٹ کے فیصلے کو سراہا۔

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے ملک بھر میں بڑے پیمانے پر دینی

اجتماعات، مسلکی سیمینارز، سیرت مصطفیٰ، ختم نبوت، ناموس صحابہ، حقانیت قرآن، مناقب امام اعظم، شان اولیاء اللہ، فقہ اور فقہاء کی عظمت، اور تحفظ سنت کا نفر نسز کا انعقاد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ امیر عالمی

اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کے خصوصی خطابات۔

شکایت کیسے درج کرائی جائے!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ماہنامہ فقیہ ہر انگریزی ماہ کی 2 تاریخ تک آپ کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے۔ کبھی آپ تک پہنچنے میں تاخیر ہو جائے یا بالکل ہی نہ مل پائے تو آپ ہمیں اپنی شکایت درج کرائیں ان شاء اللہ آپ کی شکایت کا ازالہ کیا جائے گا۔

طریقہ: نام..... رسید نمبر..... خریداری نمبر..... ایجنسی نمبر.....
ایڈریس..... تعداد رسالہ..... بابت ماہ..... کار سالہ نہیں ملا۔

وضاحت:

[رسید نمبر] جب آپ نے رسالہ بک کر لیا تھا اور رقم ادا کی تھی تو آپ کو دفتر کی جانب سے ایک رسید دی جاتی ہے۔ جس پر آپ کا نام اور علاقہ وغیرہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔
[خریداری نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو رسالہ بھیجتا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ خریداری نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔
[ایجنسی نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو زیادہ تعداد میں رسالہ بھیجا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ ایجنسی نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مثلاً: محمد عبداللہ، رسید نمبر 234، خریداری 456، مکان نمبر 32، رانا اسٹریٹ ،
ڈاکخانہ حویلیاں، ہری پور، عدد 1، مارچ 2014۔

خط لکھنے کے لیے: دفتر رسائل و جرائد مرکز اہل السنۃ والجماعت 87 جنوبی سرگودھا

ای میل ایڈریس: mag@ahnafmedia.com

میج کرنے کے لیے: 03326311808

رقم بھیجنے کا طریقہ کار!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو ادارے کی جانب سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ کو ہر ماہ تسلسل کے ساتھ مطلوبہ رسائل بھیجے جارہے ہیں۔ آپ کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے آپ کی طرف سے ادا شدہ رقم کو یقینی بنانے کے لیے ہدایات جاری کی ہیں۔

بذریعہ منی آرڈر:

دفتر رسائل و جرائد [ماہنامہ فقہیہ] مرکز اہل سنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا۔
نوٹ: منی آرڈر سلف پر اپنا نام مکمل پتہ اور فون نمبر لکھنے کے ساتھ ساتھ مطلوبہ رسالے کا نام ضرور لکھیں اور اگر نیا رسالہ جاری کرانا ہے تو ساتھ بریکٹ میں (نیا) لکھیں اور اگر سابقہ بل ادا کرنا ہے تو بریکٹ میں (تجدید) اور اپنا خریداری نمبر لکھیں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ:

میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010100725862
نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ✉ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

ای میل ایڈریس:

mag@ahnafmedia.com

میج کرنے کے لیے:

03326311808

[ماہنامہ فقیہ کے مستقل ممبر بننے دوستوں کے نام ماہنامہ فقیہ سہروردی کیجیے]

ممبر شپ کا طریقہ

نام: ولدیت:
 رابطہ نمبر: ای میل:
 بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر نمبر (لازمی):
 بینک کا نام: رقم جمع کرانے کی تاریخ:
 مکمل ایڈریس: ☐:

مکان / فلیٹ / دکان / دفتر نمبر، ڈاکخانہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ واضح لکھیں:

نوٹ: فارم کسی بھی سادہ کاغذ پر فل آپ کر کے سرکولیشن مینیجر ماہنامہ فقیہ کے نام

درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یا بینک ڈرافٹ نمبر اور مکمل پتہ فون پر لکھوا دیں۔

پتہ: دفتر رسائل و جرائد (ماہنامہ فقیہ) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا۔

نوٹ: رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر درج بالا پتے پر کریں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ: میزبان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010100725862

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون

یا S.M.S یا ای میل ☐ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

مضامین بھیجنے اور شکایات کے لیے:

mag@ahnafmedia.com

فون ☎: 03326311808

ماہنامہ فقہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
تحسین اللہ	پشاور	03339217613
قاضی نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
مولانا سلیم معاویہ	کبیر والا	03005664817
حبیب الرحمن نقشبندی	ننکانہ صاحب	03084552004
مولانا محمد عثمان	میانوالی	03336836228
مولانا عمر خطاب	اٹک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	لاہور	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
ضیاء الرحمن	واں بھجراں	03363725900
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
مولانا امان اللہ حنفی	سرگودھا	03067800751
عبد الوکیل عزیز	سیالکوٹ	03338639255

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808